جلد ۴
نمبر ۷

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینہون عن المنکر و اولئک ہم المفلحون

اور چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو جو نیکی کی طرف بلائے اور بھلائی کا حکم کرے اور بری باتوں سے منع کرے اور یہی لوگ کامیاب ہیں

ایڈیٹر
صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب

قیمت سالانہ عوام سے (عہ) دو روپیہ اور طلبا سے (۱۸) ایک روپیہ آٹھ آنہ

رسالہ تشحیذ الاذہان
قادیان

بابت ماہ رجب ۱۳۲۷ ہجری | فہرست مضامین | مطابق ماہ اگست ۱۹۰۹ء

فہرست مضامین

باجازت حافظ عبد الرحیم صاحب باہتمام مرزا برکت علی صاحب نائب مینیجر ۱۴ ماہ رجب ۱۳۲۷ھ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوا۔

التماس

صاحبزادہ حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب مع صاحبزادہ صاحب میرزا بشیر احمد صاحب۔ میر محمد اسحٰق صاحب و مولانا سید سرور شاہ صاحب سیر کے لیئے سری نگر کشمیر تشریف لے گئے ہیں۔ امید ہے کہ آنجناب جلد اپنے سیر و سیاحت سے ناظرین رسالہ کو مسرور فرمائیں گے۔ تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان مورخہ ۱۵- جولائی ۱۹۰۹ء سے بوجہ تعطیلاتِ موسم گرما ڈیڑھ ماہ کے لیئے بند ہے۔ اکثر اصحاب اپنے اپنے مکان پر تشریف لے گئے ہیں۔ انسے امید کیجاتی ہے کہ اس رسالہ کیلیئے خریدار مہیا کرنے کی کوشش فرمائیں گے۔

حافظ عبد الرحیم صاحب مینجر رسالہ ہٰذا بوجہ علالت طبع کے ڈیڑھ ماہ کی رخصت لیکر مالیر کوٹلہ تشریف لے گئے ہیں۔ باوجود بیمار ہونیکے خریدار پیدا کرنیکے لیئے کوشاں ہیں۔ رسالہ کی ترقی کا انکو خاص طور پر فکر رہتا ہے جزاہ اللہ احسن الجزا۔ خدا کرے کہ دیگر احباب کے دلوں میں بھی اس رسالہ کی نشو و نما کا جوش پیدا ہو ممبران رسالہ سے ایک عرض۔ برادران چونکہ یہ رسالہ محض اسواسطے جاری کیا گیا ہے کہ نوجوانِ سلسلہ قلم کے ذریعے اپنے پاک مذہب مذہب اسلام کی اشاعت دنیا میں کریں۔ لہٰذا میں ان صاحبان سے جو کہ قلم اٹھا نہیں دریغ کرتے ہیں ملتمس ہوں۔ کہ خدا کے کام ہو کر ہی رہتے ہیں۔ مگر مبارک ہیں وہی لوگ جو کہ ایسے وقت میں مدد دیتے ہیں اور بڑھ چڑھ کر اجر پا لیتے ہیں اگر آپ لوگ سستی دکھائیں گے۔ تو وہ ذات کریم۔ اور بہت سے اصحاب پیدا کر دیگا۔ جو اسکے دین کی نصرت کرینگے اور ہر طرح کے سُکھ کے وارث ہوں گے۔ ے

بمفت ایں اجر نصرت را ہندت اے اخی ورنہ ؛ قضائے آسمان است ایں بہر حالت شود پیدا۔

(مینیجر) نائب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علےٰ رسولہ الکریم

محمد بن قاسم فاتح ہند

خانصاحب اکبر شاہ خانصاحب سے اکثر ناظرین واقف ہونگے کیونکہ آپ دارالکتب احمدیہ کے نائب افسر ہیں اور دارالکتب کے متعلق آپکے بعض مضامین رسالہ میں وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے ہیں۔ اور آپ تشحیذالاذہان کے اسسٹنٹ ایڈیٹر بھی ہیں آپنے ناظرین تشحیذالاذہان کو پہلے پہل ایک تاریخی مضمون سے دعوت دی ہے۔ جس سے ناظرین بہت محظوظ ہونگے۔ اس مضمون کو ذیل میں درج کرکے ناظرین کی خدمتمیں اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ اس کو خاص توجہ سے پڑھا جاوے۔ اس مختصر سے مضمون سے مندرجہ ذیل امور پر بہت اچھی طرح روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ مسلمان فاتحوں نے ہندو مفتوحین سے کیسے کیسے سلوک کیئے۔

۲۔ مسلمانوں نے کسطرح ہندوؤں کو بڑے بڑے عہدے دیئے۔ حتیٰ کہ خزانہ کی کنجیاں تک انکے حوالہ کردیں۔

۳۔ مسلمانوں کو اپنے افسروں کی کیسی اطاعت کرنی چاہیئے۔

۴۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کے سلوک کے عوض میں انسے کیسی غداری کی۔ اور بھلائی کا بدلہ برائی سے دیا۔ ایڈیٹر

دنیا کے مشہور و نامور فتحمندوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین کے بعد حضرت خالد بن ولید۔ سعد بن وقاص۔ ابو عبیدہ ابن جراح یا تیمور و ناد

وغیرہ کے نام جس طرح مشہور ہیں۔ اسی طرح طارق اور محمد بن قاسم کے نام بھی آسمان شہرت کے ستارے بنے ہوئے ہیں۔ مینے طارق اور محمد بن قاسم دونوں کے نام ساتھ ساتھ اسواسطے بیان کیئے کہ ان دونوں کے حالات اور عادات و خصائل اور شکل وشمائل میں کسیقدر مشابہت ہے۔ محمد بن قاسم مالک ایران و عراق وغیرہ کے ویسرائے کا نائب تھا اور طارق شمالی افریقہ کے ویسرائے کا نائب۔ طارق مراقش کے ساحل سے جہاز بحری میں سوار ہوکر اندلس پہنچا اور اپنی فتوحات سے دنیا کو حیران کردیا۔ ادھر محمد بن قاسم نے فارس سے جہاز برّی (اونٹ) پر روانہ ہوکر ہندوستان میں طارق سے بھی بڑھکر کامیابیاں حاصل کیں۔ ۹۳ھ ہجری نبوی مطابق ۷۱۱ء میں خلیفہ ولید بن عبد الملک نے دنیا کے نہایت نامور مدبّر اور کسیقدر سخت گیر انسان یعنی حجاج کو اپنی وزارت کے عہدہ سے تبدیل کرکے ممالک عراق کا ویسرائے مقرر کیا۔ حجاج کے ظلم وستم کی بڑی شہرت ہے اور عموماً اسکا نام حقارت ہی سے لیا جاتا ہے مجھکو اس سے ایک سبق حاصل ہوا وہ یہ کہ بیجا تشدد اور زیادتی انسان کی اعلیٰ سے اعلیٰ خوبیو نپر بھی پانی پھیر دیتی ہے اور اس تشدد اور سخت گیری کے ایک عیب کے سامنے انسان کی بڑی بڑی نیکیوں اور خوبیوں کا کوئی نام بھی نہیں لیتا۔ حجاج وہ شخص ہے جسکی ایک ادنیٰ سی توجہ کا نتیجہ یہ ہے کہ تمام شام۔ ایشیائے کوچک۔ مصر۔ طرابلس۔ الجیریا مراقش وغیرہ ممالک کی زبان آجتک عربی ہے۔ کسی ملک کی زبان کو بدل دینا کوئی معمولی کام نہیں۔ ذرا آنکھیں بند کرکے سوچو اور غور کرو کہ حجاج کتنی بڑی طاقت کا کام تھا جسکے ایک معمولی سے اشارے نے بیسیوں ممالک کی عام زبانوں کو عربی سے تبدیل کردیا۔ میں جب حجاج کے اس قیمتی کام کا تصور کرتا ہوں تو دل سے اسکے لیئے دعائیں نکلتی ہیں۔ چونکہ اسوقت حجاج کی سوانح عمری لکھنا مقصود

نہیں ہے اسلیئے اصل مدعا کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ حجاج کے ماتحت ایران کے
تمام صوبے اور شام۔ الجزیرہ۔ افغانستان۔ بلوچستان۔ ترکستان وغیرہ تھے
اور خلیج فارس۔ بحر عرب اور بحر ہند کے تمام جزیروں میں بھی اُسکا حکم مانا جاتا
تھا۔ ایران کے صوبوں میں سے صرف ایک صوبہ فارس کا گورنر حجاج نے
اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم کو بنایا تھا۔ دنیا میں بہت ہی تھوڑی مثالیں
ایسی ملیں گی کہ ایک پندرہ برس کی عمر کا لڑکا فارس کا کامیاب گورنر اور دنیا کے
مشہور شہر شیراز کا بانی اور ملک ہندوستان کا فاتح ہو۔ محمد بن قاسم نے
نہایت کامیابی کے ساتھ فارس کا انتظام کیا اُسکی وسعت خیال۔ عالی حوصلگی
اور عقل و شعور کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اُسنے جو شہر آباد کیا اُسکے لیئے
ایسا موزون مقام تجویز کیا اور ایسے باسلیقہ لوگوں کو آباد کیا کہ آجتک شیراز
کی خوش سلیقگی ضرب المثل کے طور پر بیان کیجاتی ہے اور شیراز کے محل وقوع
اور اُسکے دلچسپ سواد اور اُسکے شعب بوان کی نظیر دنیا میں کہیں نہیں ملتی۔
اُسکی نیک نیتی کا ثبوت بھی اس سے ملتا ہے کہ شیراز کی شہرت و عظمت
آجتک لوگوں کے دلوں میں مرکوز ہے۔ دنیا میں شیخ سعدی اور حافظ اور
عرفی وغیرہ باکمالوں کے زندہ جاوید نام بھی شیراز کی شہرت و عظمت کا بڑا باعث
ہیں اور جبتک شیراز سے دنیا واقف رہے گی اُسوقت تک محمد بن قاسم کو
بھی نہ بھول سکے گی۔ یہ سب کچھ محمد بن قاسم کی نیک نیتی کا نتیجہ ہے۔ سیلون
جسکو سراندیپ یا لنکا بھی کہتے ہیں وہاں کا ایک ہندو راجہ تھا وہ بھی حجاج
کا خراج گذار تھا۔ راجہ نے اپنے یہاں سے بیش قیمت تحائف و ہدایا کے ساتھ
آٹھ جہاز حجاج کی خدمت میں روانہ کیئے۔ ان جہازوں میں بعض مسلمان
سوداگر بھی حج کے ارادہ سے تھے۔ یہ جہاز سیلون سے روانہ ہوکر بمبئی کراچی

کے بندروں میں ہوتے ہوئے خلیج فارس کے راستہ بصرہ میں پہنچنا چاہتے تھے۔ جب کراچی کے قریب پہنچے تو وہاں سمندری قزاقوں نے اُن جہازوں کو گرفتار کرکے لوٹ لیا۔ اُس زمانہ میں سندھ۔ پنجاب۔ گجرات۔ راجپوتانہ وغیرہ ممالک کا ایک راجہ تھا جسکا نام داہر تھا اُسکی راجدھانی سکر بھکر کے قریب ایک شہر تھا جو آجکل زمین کی برابر ہو کر اہل عالم کی نگاہوں سے روپوش ہے۔ اس موقع پر جملہ معترضہ کے طور پر یہ بتا دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی راجہ داہر ہے جسنے جوتشیوں سے اپنی بہن مسماۃ بائی کی نسبت یہ سنکر کہ جو بائی کا شوہر ہوگا وہ سارے سندھ کا راجہ ہوگا اور آپکے پاس سندھ کی حکومت نہیں رہے گی خود ہی اپنی بہن سے شادی کرنے اور اسطرح خود ہی ملک سندھ کا راجہ بنے رہنے کی تدبیر کی ارکانِ سلطنت کو اس بدارادہ سے اطلاع ہوئی تو انہوں نے راجہ داہر کو بہت سمجھایا اور اس فاسد ارادہ سے باز رکھنا چاہا بدنامی

حاشیہ سلہ مینے ملکوں اور شہروں کے وہی نام لینے مناسب سمجھے ہیں جو زمانہ حال میں بولے جاتے ہیں۔ مثلاً سندھ اُس زمانہ میں تمام پنجاب۔ کشمیر۔ گجرات۔ مالوہ۔ راجپوتانہ مشرقی افغانستان۔ بلوچستان وغیرہ ممالک کے مجموعہ پر بولا جاتا تھا لیکن اس زمانہ میں سندھ ایک بہت چھوٹے سے قطعہ زمین کا نام ہے۔ اسی لیئے مینے محمد بن قاسم بجائے فاتح سندھ کہنے کے فاتح ہند مضمون کی پیشانی پر لکھا ہے یا مثلاً اُس زمانہ میں کراچی کو دیبل کہتے تھے مینے کراچی لکھا ہے۔ یا اُس زمانہ میں نیرون ایک نہایت شاندار شہر ملک سندھ کا تھا جسکے خرابہ کے قریب ہی آجکل شہر حیدر آباد آباد ہے۔ پس بجائے نیرون کے مینے حیدر آباد لکھنا زیادہ مناسب سمجھا۔ احقر اکبر۔

اور ہمچشموں میں فضیحت ہونے سے ڈرا لیکن بھلا راجہ جی کیوں ماننے لگے تھے۔ ایک رات پنڈتوں کو بلا حسب دستور اپنی چادر کا کونا اپنی حقیقی بہن بائی کی ساڑھی کے آنچل سے باندھکر آگ کے گرد پھیرے پھرے اور دولہا دولھن تخت پر آ بیٹھے۔ آمدم برسر مطلب راجہ داہر کے پاس حجاج نے قاصد بھیجا کہ ہمارے جہاز اور مال جو لوٹ لیا گیا ہے ہمارے پاس بھیجدو۔ راجہ داہر نے عذر لنگ کر کے بات کو ٹالنا چاہا اور حجاج کے پیغام کی کچھ زیادہ پروا نہ کی۔ حجاج نے اپنے داماد اور بھتیجے محمدؐ بن قاسم بن محمدؐ بن حکم بن ابی عقیل ثقفی کو اس مہم پر مامور کیا اور داہر کی گوشمالی کے لیئے چھ ہزار فوج کے ساتھ شیراز سے سندھ کی جانب حملہ آور ہونیکا حکم دیا محمدؐ بن قاسم جو ابھی تک صرف صوبہ فارس کا لفٹننٹ گورنر اور آئندہ فاتح ہند بننے والا تھا چھ ہزار فوج لیکر نہایت مستعدی سے سندھ کی جانب روانہ ہوا۔ مکران ہوتا ہوا۔ بلوچستان کے دشوار گذار راستہ کو طے کرتا ہر ایک سنگ راہ کو ہٹاتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا۔ برق و باران کی مانند گرجتا اور برستا ہوا کراچی کے سامنے آموجود ہوا اور کالی گھٹا کی طرح چھا گیا یعنی کراچی کا محاصرہ شروع کر دیا۔ محمدؐ بن قاسم کے ہمراہ سامان حرب میں پتھر پھینکنے اور قلعوں کو ڈھانیکے لیئے پانچ منجنیق تھے۔ جنمیں سے ایک خاص خلیفہ کے خاصہ کا اور سب سے بڑا تھا جسکو پانسو آدمی ملکر چلاتے اور کلوخ اندازی کرتے تھے اس منجنیق کا نام عروسک تھا۔ محمدؐ بن قاسم نے منجنیق مناسب مقاموں پر نسب کر کے لشکر قرینہ اور ترتیب سے اُتار دیا۔ شہر کے اندر ایک بڑا بھاری مندر تھا اُسکے نہایت بلند گنبد پر ایک شاندار جھنڈا نسب تھا جسکا پھریرا بڑی آن بان کے ساتھ لہراتا تھا۔ محمدؐ بن قاسم یہاں کا ذرا ذرا حال تیسرے روز

نہایت وضاحت کے ساتھ لکھکر حجاج کو بھیجتا تھا۔ چنانچہ اس جھنڈے کی بھی کیفیت لکھی گئی۔ ایک دن حجاج کا خط آیا جس میں تحریر تھا کہ عروسک کے پایہ کو نیچا کر کے اُس جھنڈے کو نشانہ بناکر اُڑا دو۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اس جھنڈے کے ٹوٹتے ہی مخالفوں کا دل ٹوٹ گیا۔ ہندوؤں نے آخری مقابلہ کیا۔ اس شہر کا حاکم جو راجہ داہر کی طرف سے نائب السلطنت تھا شہر کو چھوڑ ایسا پتا توڑ بھاگا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ مہاراج چھلاوا بنکر کہاں چلے گئے شہر پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ رعایا ہر طرح امن وامان سے رہی۔ محمد بن قاسم نے یہاں افواج اسلام کی ایک چھاؤنی مقرر کی ایک شاندار مسجد بنوائی اور بہت سے عرب ہمراہیوں کو ساتھ لیا بہت سوں کو یہاں چھوڑا کچھ نومسلموں اور ہندوؤں کو فوج میں بھرتی کیا اور مناسب جمعیت کے ساتھ نیرون یعنی حیدر آباد کی طرف بڑھا۔ اس شیر کی آمد آمد کی خبر سنکر حیدر آبادیوں نے اپنے وڈیرے بھیجے اور اظہار اطاعت کیا چنانچہ حیدر آباد کو ہر طرح امن وامان سے چھوڑ کر اور ایک مسجد بناکر لشکر اسلام آگے بڑھا۔ یہاں پانی کی قلت پیاس اور گرمی کی شدت نے بہت ستایا۔ محمد بن قاسم نے نماز استسقا پڑھی۔ ابر آیا۔ برسا۔ اور جل تھل ایک ہو گئے۔ راجہ داہر نے جب اسلامی لشکر کی پیش قدمی اور فتوحات کے حالات سنے تو اُسکے کان کھڑے ہوئے اور سامان جنگ فراہم کرنا شروع کیا۔ جوان بخت اور اولوالعزم سپہ سالار نے چلتے چلتے ایک اور بردباری یعنی محمد بن مصعب بن عبدالرحمٰن ثقفی کو کچھ دیگر ریاست سدوسان کی طرف بھیجا اور وہ کامیاب وبامراد سالماً غانماً واپس آیا۔ محمد بن قاسم نے دریائے مہران اترنے کا ارادہ کیا۔ راجہ داہر کا ایک ماتحت راجہ راسل تھا اُسنے مقابلہ کیا اور دریا کے عبور سے روکا۔ محمد بن قاسم بھلا

کا ہے کو تہ کرنے والا تھا اُس نے جب دیکھا کہ حریف اپنے تیروں کے حملے سے کسی طرح کشتیوں کو برابر نہیں ہونے دیتا اور پل کا بننا قریباً محال ہے تو یہ عجیب و غریب ترکیب کام میں لایا کہ تمام کشتیوں کو اپنی ہی جانب دریا کے کنارے کنارے ایک قطار میں مضبوط باندھکر بہاؤ کی جانب نیچے کے سرے کو کنارے مضبوط باندھ دیا اور اتنی لمبی قطار بنائی جو دریا کی چوڑائی کے برابر ہو۔ کشتیوں کی اس قطار میں تیراندازوں کو بٹھا دیا اور ملاحوں کو حکم دیا کہ قطار کے اوپر کے سرے کو دریا کے عرض کی طرف بڑھائیں۔ کنارے سے قطار کا سرا ہٹا ہی تھا کہ پانی کے بہاؤ نے مدد دی اور آناً فاناً دیکھتے ہی دیکھتے قطار کا سرا دریا کے دوسرے کنارے پر جا پہنچا اور فوراً پل تیار ہو گیا فوج بڑی تیزی اور چستی سے دوسرے کنارے پر اُترنی شروع ہو گئی۔ راسل اور اس کے ہمراہیوں سے سوائے اسکے کہ فرار کی عار گوارا کریں کچھ نہ ہو سکا۔ مسلمانوں نے دُور تک ہندوؤں کا تعاقب کیا جو مقابلہ پر آیا اُسکو دوسرے جہان میں پہنچا یا۔ راجہ داہر کے پاس جو شخص اس شکست کی خبر لایا وہ راجہ داہر کا ایک روشناس اور دربار رس امیر تھا وہ راسل کے ہمراہ لڑنیوالوں میں نہ تھا بلکہ وہ ہر وقت داہر کے پاس رہنے والے مصاحبوں میں تھا اُس نے اوّل شکست کا حال سنا اور داہر سے عرض کیا۔ داہر نے اُس مصاحب کو فوراً مروا ڈالا (سبحان اللہ! کیا مردانگی ہے!!)۔

راجہ راسل نے نہایت ادب و عاجزی کے ساتھ محمد بن قاسم کے پاس صلح کا پیغام بھیجا اور فرمانبرداری و اطاعت کا اقرار کیا۔ محمد بن قاسم نے اُس کی درخواست کو منظور کر کے اپنے حلقہ بگوشوں میں داخل کر لیا۔ محمد بن قاسم آگے بڑھا۔ مہاراجہ داہر سفید ہاتھی پر سوار ہو کر بڑے بھاری لاؤ لشکر سمیت

تزک و احتشام سے مقابلہ کے لیئے نکلا میدان جنگ میں راجہ داہر نے ہاتھیوں کا قلعہ بنایا اور بڑے بڑے سورماؤں کو قرینہ سے سجایا۔ متواتر چار روز تک لڑائی جاری رہی انجامکار پانچویں روز عرب کے نوعمر سپہ سالار محمد بن قاسم کے اقبال نے ہندوستان کے مہاراجہ داہر کی سطوت وجبروت پر غلبہ پایا اور داہر کی شان وشوکت مسلمانوں کے گھوڑوں کی ٹاپوں روندی گئی۔ پانچویں دن کی جنگ وپیکار کی بڑی طولانی داستان ہے خلاصہ یہ ہے کہ داہر کوئی اعلیٰ درجہ کی بہادری نہیں دکھا سکا۔ جب دیکھا کہ اب جان پر آہی بنی ہے تو ہاتھی سے اتر کر ایک عرب کا مقابلہ کیا عرب نے تلوار کا ایک ہاتھ اس خوبصورتی کے ساتھ مہاراج کے سر پر لگایا کہ خود اور کھوپری کو بیچوں بیچ سے دو برابر حصوں میں تقسیم کر کے تلوار سیدھی ناک تک پہنچی اور ایسی ناک کی سیدھ پہنچی کہ ناک کا ایک نتھنا ایک طرف دوسرا نتھنا دوسری طرف چھوڑکر دونوں نتھنوں کے بیچ کی دیوار کو بھی دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ یہ واقعہ بروز جمعرات بتاریخ ۱۰۔ رمضان المبارک سنہ ۹۳ ہجری مطابق ماہ جون سنہ ۷۱۲ء ہوا۔ راجہ کا بیٹا جے سنگھ جسکو اپنی بہادری پر بہت ہی گھمنڈ تھا اُس نے اپنی بہادری کا ثبوت اسطرح دیا کہ اپنے باپ داہر کے مارے جانیکے بعد نوک دُم برہمن آباد کو بھاگ گیا۔ راجہ داہر کی بہن اور بیوی مسماۃ بائی نے جب اپنے بھائی اور خاوند داہر کے مارے جانیکی خبر سنی تو اول اُسنے تھوڑی سی فوج کے ساتھ قلعہ بند ہوکر مقابلہ کیا اور پھر ستی ہوکر خاکستر بن گئی۔ مسلمانوں کے ہاتھ بہت کچھ مال واسباب آیا قیدیوں میں بیس۲۰ امرائے عظام کی لڑکیاں تھیں جن میں ایک مسماۃ رائی راجہ داہیر کی بھانجی بھی تھی محمد بن قاسم نے ان معزز قیدیوں اور

مال غنیمت کے پانچویں حصہ کو لعب کے ہمراہ مع راجہ داہر کے دو لخت شدہ سر اور تاج اور علم کے حجاج کی خدمت میں روانہ کیا۔ حجاج بہت خوش ہوا اور اپنے خط کے ہمراہ اس سب سامان کو خلیفہ ولید بن عبد الملک کی خدمت میں بھیجا۔ راجہ داہر کی بھانجی کی عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عباس رضؓ کے ساتھ شادی کر کے سرافرازی و عزت افزائی کی گئی۔ راجہ داہر کے مرنیکے بعد اسکے بیٹے جے سنگھ نے برہمن آباد میں بھاگ کر پناہ لی تھی گو ہ گئے وہاں اپنے بھائی اور بھتیجے اور بھانجے کو جو سب صاحب لشکر و ملک تھے اپنی مدد کیلیئے بلایا۔ محمد بن قاسم عازم برہمن آباد ہوا۔ راستہ میں بہرور اور دہلیل کے دو قلعے سنگ راہ ہوئے جنمیں سولہ سولہ ۱۶ ہزار فوج ہندوؤں کی تھی اسلامی فوج کے سپہ سالار نے اپنی فوج کے دو حصتے کیئے ایک حصہ دن بھر لڑتا دوسرا رات کو مقابلہ کرتا اسطرح دن رات برابر لڑائی جاری رہی۔ منجنیق کے ذریعہ سے قلعہ کی دیواریں بھی شکستہ کی گئیں۔ دو مہینہ کی کشش و کوشش کے بعد دونوں قلعے فتح ہوئے اور کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے۔ محمد بن قاسم برہمن آباد کی طرف بڑھا۔ راجہ داہر کے وزیر سی ساکر نے پیام بھیجا کہ مَیں مسلمان ہوتا ہوں مجھکو جان کی امان دیجائے تو حاضر خدمت ہوں۔ محمد بن قاسم نے اُسکو عزت و اکرام کے ساتھ بلوایا۔ بتواضع پیش آیا اور اپنا وزیر بنا کر تمام سفید و سیاہ کا اختیار اُسکو دیدیا۔ انتظام ملک میں اُسکے مشورہ کو ضروری خیال کرتا اور اُس کی رائے پر عمل کرتا۔ محمد بن قاسم ملکوں کو فتح کرتا اور ہندوؤں کو ہی مفتوح ملک کی حکومت اپنی طرف سے دیتا اور خراج مقرر کرتا ہوا برہمن آباد کے قریب پہنچا۔ جے سنگھ تو محمد بن قاسم کے نام سے لرزتا تھا وہ اس شیر بیشہ وغا کی آمد کی خبر سنکر بھاگا اور کشمیر کے پہاڑوں میں جا چھپا۔ لیکن باقی سولہ ۱۶ ہزار مردان نے

مع اپنی کثیر التعداد فوج کے مسلمانوں کا خوب مقابلہ کیا۔ انجام کار برہمن آباد[سے] پر مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ محمد بن قاسم جب شہر اور قلعہ میں داخل ہوا تو اس نے اپنی فوج کو حکم دیا کہ کسی شخص کو جو لڑنے کا ارادہ نہ کرے مت مارو۔ جو مقابلہ کرنیوالے اور لڑنیوالے ہندو گرفتار ہو کر محمد بن قاسم کے سامنے آئے اور انہوں نے فرمانبرداری کا اقرار کیا انکو بھی اس جوانمرد نے چھوڑ دیا اور کہا کہ جاؤ چین و آرام سے اپنے گھروں میں زندگی بسر کرو۔ محمد بن قاسم کے سامنے راجہ داہر کی دوسری لاڈلی بیوی رانی لاڈی اور لاڈی کی دو بیٹیاں اور راجہ داہر کی اور بھی کئی بیویاں اور بیٹیاں گرفتار ہو کر آئیں جو نہایت اعزاز و احترام کے ساتھ حجاج کی خدمت میں روانہ کی گئیں۔ محمد بن قاسم نے برہمن آباد کی حکومت بھی ایک برہمن کو سپرد کی اور ملک کا انتظام اسی طریقہ پر رکھا جیسا کہ ہندو راجہ کے زمانہ میں تھا۔ برہمنوں کی بڑی عزت کی گئی اور انکو بڑے بڑے

حاشیہ سے۔ دارائے ایران گشتاسپ کے عہد میں اسکے ولیعہد بہمن نے ہندوستان میں اپنے نام پر ایک شہر بہمن آباد آباد کیا تھا۔ بہمن آباد سے اس کا نام برہمن آباد مشہور ہوا۔ اور یہی وہ شہر ہے جس پر اب مسلمانوں کا قبضہ ہوا۔ واضح ہو کہ ہندوستان کا تمام ملک مع قنوج کے ایرانیوں اور زابلستانیوں کا ماتحت اور ایک معمولی صوبہ تھا۔ حتی کہ ہندوستان کے راجے مہاراجے ایران و افغانستان کے بادشاہوں کی غلامی کو اپنے لیئے باعث فخر سمجھتے تھے اسکا ذکر میں نے اس کتاب کے ایک باب میں ضمناً لکھا ہے جو حضرت عالمگیر کے متعلق میں لکھ رہا ہوں۔ یہ جو انشاء اللہ تعالیٰ عنقریب شائع ہو کر بہت سی غلط فہمیوں کے پردوں کی دھجیاں اڑا دیگی۔ اختر اکبر۔

عہدوں پر مامور کیا گیا۔ بہت سے برہمن مسلمانوں کا نیک برتاؤ دیکھکر گروہ در گروہ محمد بن قاسم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اب آپ کو خدا تعالیٰ نے ملک دیا ہے ہم آپکی اُس سے بھی زیادہ فرمانبرداری کرینگے جیسی کہ راجہ داہر کی کرتے تھے۔ محمد بن قاسم نے انکی شرافت کی تعریف کی اور انکے ہاتھوں میں سونے کے کڑے ڈالکر اور ہر ایک کو ایک ایک گھوڑا دیکر رخصت کیا۔ عام ہندوؤں پر صرف ۱۲ درم سالانہ کے حساب سے جزیہ مقرر کیا اور ہر قسم کی تکالیف اور تردداتسے انکو آزاد کردیا۔ ہندو تاجروں کو بلایا اور اس جنگ وجدل کے زمانہ میں جسکا جو نقصان ہوا تھا سب انکو دیا اور رعایا پر انواع واقسام کی مراعات روا رکھیں۔ برہمنوں کو نسلاً بعد نسل معزز عہدے اور حقوق عطا کیئے۔ برہمن لوگ جو پرگنات ودیہات کے عامل مقرر ہوئے تھے وہ دیہات میں گئے اور انہوں نے وہاں عام باشندوں کو یہ کہدیا کہ اب مسلمانوں کی حکومت ہوگئی ہے اگر تمکو مسلمانوں کی رعایا بنکر رہنا منظور ہے تو رہو ورنہ مشرقی ہندوستان کے اضلاع میں جہاں ابھی تک ہندوؤں کی حکومت باقی ہے چلے جاؤ۔ تمکو کوئی نہ روکے گا لیکن کسی ایک شخص نے بھی جانا قبول نہ کیا اور بخوشی بدستور سابق سب اپنے اپنے اشغال میں مصروف رہے۔ مسلمانوں کے تسلط کے بعد بتخانے ہندوؤں کے بے رونق ہوگئے تھے پجاری خود بخود ہی مسلمانوں کے خوف سے مندروں میں پوجا پاٹ کرنے اور گھنٹے بجانیکے لیئے نہیں جاتے تھے اور اس طرح برہمنوں کی آمدنی میں کمی واقع ہوگئی تھی۔ ایک دن بہت سے برہمن جمع ہوکر محمد بن قاسم کے دروازے پر آئے اور ہاتھ جوڑکر کہنے لگے کہ "خدا تیرا راج ہمیشہ بنا رکھے ہم لوگ مندروں کے پجاری ہیں۔ تُونے سب پر رحم کیا سوداگروں کو انکا مال

دلوایا۔ بُت پرستوں کو ذمی بنا کر اپنے اپنے کاموں اور پیشوں میں لگایا۔ ایک مصیبت کے مارے ہم بیچارے رہ گئے ہیں ہم پر رحم کر اور ہمارے بتخانوں کی مرمت کا حکم دے اور اُنکی آبادی کی فکر کر۔" محمد بن قاسم نے حجاج کو خط لکھا کہ جن شہروں پر سخت حملے ہوئے ہیں ہندوؤں کے مندر وہاں خراب پڑی ہیں۔ اب ہندوؤں کو پھر اجرار رسوم بُت پرستی کی اجازت دینا اور اُنکی مزاحمت نہ کرنا۔ مندروں کی خود مرمت کرنا گویا بُت پرستی کا معاون ہونا ہے۔ اس معاملہ میں آپ کا کیا حکم ہے۔ اس خط کا جواب حجاج نے لکھا کہ جب ان لوگوں نے جزیہ دینا قبول کر لیا تو اُنکو رعایا کے تمام حقوق حاصل ہیں۔ اب مندروں کی تعمیر اور رسومات کے اجرار کی اجازت دینا چاہیئے اور ہندوؤں کے زمانہ حکومت میں تین روپیہ سیکڑہ جو محاصل ملکی میں سے برہمنوں کو دیا جاتا تھا تم بھی خزانہ سے اُنکو برابر حسب دستور سابق دیا کرو۔ جب حجاج کا یہ حکم آیا تو محمد بن قاسم نے تمام امرا اور رؤسا اور برہمنوں کو جمع کر کے سنا دیا اور اُس کی تعمیل کا حکم دیدیا۔ برہمنوں سے کہدیا کہ تمہارے مندر مثل عیسائیوں اور یہودیوں کے عبادتخانوں اور مجوسیوں کے آتشکدوں کے ہیں اُنسے کچھ تعرض نہ ہوگا۔ جس طرح چاہو اپنے معبدوں کو بناؤ اور جس طرح چاہو اپنے معبودوں کی پرستش کرو۔ برہمن آباد کا عامل جس برہمن کو مقرر کیا تھا اُسکا لقب محمد بن قاسم نے رانا تجویز کیا تھا جو آجتک اسی نام سے اودیپور کے رئیسوں کا چلا آتا ہے۔ شاید راجپوت گزٹ کا ایڈیٹر تو خودکشی کر لے کہ جو نام کسی راجپوت کے اعلیٰ سے اعلیٰ مرتبہ اور شان و شکوہ کا اظہار کر سکتا ہے وہ ایک عرب کی جوتیوں کا طفیل ہے۔ محمد بن قاسم راجپوتانہ۔ سندھ۔ گجرات۔ مالوہ۔ وغیرہ ملکوں پر تسلط کر کے آگے بڑھا۔ حجاج نے اپنے جوانمرد اور جوان بخت فتحمند اور فتح نصیب

نیکدل اور فرشتہ خصلت بھتیجے کو خط لکھا کہ تجھ کو ملک سندھ و ہند کے تمام سفید وسیاہ کا اختیار ہے ہر ایک بات میں مجھ سے اجازت لینا تیرا حزم و احتیاط ہے اور نہایت اچھی بات ہے لیکن فاصلہ چونکہ دور و دراز کا ہے اس لیئے تو بغیر میری اجازت کے جو مناسب سمجھا کرے کیا کر۔ صرف اتنی بات کا خیال رکھنا کہ جو لوگ تیری اطاعت کریں اُن پر تجھکو رحم و عنایت کرنا چاہیئے لیکن جو سرکش اور متمرد ہوں اُنکو سزا دینا بھی ضروری ہے۔ محمد بن قاسم جب قوم سما کی طرف گیا تو وہ اُسکے استقبال کو ڈھول بجاتے اور گاتے ناچتے ہوئے آئے محمد بن قاسم نے پوچھا کہ یہ کیا غل ہے؟ چنانچہ اُسکو بتایا گیا کہ اس قوم کے یہاں یہ رواج ہے کہ جب نیا بادشاہ آتا ہے تو وہ اسی طرح شادیانے بجاتے ہوئے آتے ہیں۔ محمد بن قاسم نے تیس ۳۰ دینار اُنکو انعام میں دیئے۔ قلعہ اَلور کے سامنے محمد بن قاسم نے ایک مسجد بنائی۔ راجہ داہر کے بیٹوں نے ایک مرتبہ پھر جمع ہوکر اور بہت سے ہندوؤں کو اپنی مدد کے لیئے ہمراہ لے کر لشکر اسلام کا مقابلہ کیا لیکن حسب دستور قدیم مُنہ کی کھائی اور پیٹھ دکھائی مقام لوہانا اور ستھا فتح ہوئے وہاں کا راجہ مسمی فیوفی فرار ہوا۔ رعایا کو امان کا فرمان سنایا گیا۔ چند واجب القتل سپاہی محمد بن قاسم کے سامنے لائے گئے۔ جلاد حکم کا منتظر تھا۔ کہ اُن قیدیوں میں سے ایک نے کہا کہ میں ایک عجیب تماشا دکھاتا ہوں جو کبھی کسی نے نہ دیکھا ہوگا مگر شرط یہ ہے کہ تمھارا حاکم میری اور میرے کنبہ کی جان بخشی کا وعدہ کرے چنانچہ محمد بن قاسم نے یہ عہد کر لیا اُسنے اپنی ڈاڑھی کے گل مُچھوں کو پھیلایا اور ہاتھوں کو گلے میں ڈال کر ناچنے لگا۔ لوگوں نے کہا کہ اُسنے ہم کو فریب دیا یہ واجب القتل ہے محمد بن قاسم نے کہا کہ نہیں جو وعدہ کیا جا چکا وہ اب ہرگز نہیں توڑا جا سکتا۔

وعدہ خلافی کرنا مکاری اور بے ایمانی ہے۔ مردوں کو بات کا پاس اور لحاظ
رکھنا بھی تو نہایت ضروری ہے۔ پھر احتیاطاً یہ حال حجاج کو بھی لکھا گیا
اُسنے جواب میں لکھا کہ بیشک وعدہ کا پورا کرنا نہایت ضروری ہے چنانچہ
اُس شخص سے اور اُسکے بائیس واجب القتل رشتہ داروں سے کوئی تعرض
نہیں کیا گیا۔ یہاں راواہ بن اسد کو حاکم اور موسیٰ بن یعقوب کو مفتی مقرر
کیا یہ مقام دریائے بیاس کے جنوبی کنارہ پر آباد تھا۔ اسکے بعد منجملہ بہت
سے قلعوں کے ایک قلعہ فتح ہوا جسکے حاکم کا نام راجہ گگ تھا وہ راجہ
داہر کا رشتہ دار تھا جب قلعہ فتح ہوا اور راجہ گگ گرفتار ہو کر آیا تو معلوم
ہوا کہ راجہ گگ بڑا مدبر۔ متدین اور عالم فاضل شخص ہے محمد بن قاسم
نے اسکی بڑی عزت کی اور اپنی مہر اور خزانہ کی کنجیاں اسکی سپرد کرکے اُس کو
سلطنت کے کاموں کا مشیر بنایا اور مبارک مشیر اُسکا خطاب مقرر ہوا۔ مبارک مشیر کو
اس طرف چھوڑ کر محمد بن قاسم بیاس کے پار اُترا اور ہندوؤں کے بہت سے
بڑے بڑے راجوں مہاراجوں کو شکست دیتا قلعوں کو فتح کرتا ہوا برق و باد
کی طرح پنجاب کے ملکوں پر تصرف کرتا ہوا دور تک چلا گیا۔ حجاج کا خط آیا کہ جہاں
کوئی بہت قدیمی اور شاندار مقام ہو وہاں ایک مسجد بناؤ اور منبر پر خطبہ
پڑھواؤ۔ مجھکو تمھارے لشکر کے کاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم جہاں
جاؤگے فتح پاؤگے۔ چنانچہ محمد بن قاسم نے ملتان میں ایک جامع مسجد
بنوائی اور امیر داؤد نظر بن ولید عمانی کو ملتان کا حاکم مقرر کیا۔ اب تمام مغربی
ہندوستان فتح کر لینے کے بعد ایک قنوج کا راجہ ایسا رہ گیا تھا جسکا محمد
بن قاسم کو خیال تھا کہ کسی طرح جلد ہی اسکا بھی فیصلہ ہو اور اس طرح بنگالہ تک
تمام ملک پر مسلمانوں کا تسلط ہو۔ چنانچہ حجاج کی معرفت دربار خلافت سے

مہم قنوج کی منظوری منگائی گئی۔ محمد بن قاسم نے ابو حکیم شیبانی کو ایک مناسب جمعیت کے ساتھ قنوج کی طرف روانہ کیا اور اُسکو سمجھا دیا کہ اگر حاکم قنوج اسلام یا جزیہ کا دینا قبول کرے تو پھر اُس سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا جائیگا۔ ابو الحکیم قنوج کی طرف روانہ ہوا اور محمد بن قاسم نے کشمیر کے ملک میں پہنچکر وہاں کا انتظام کیا اور جلد واپس آیا۔

قنوج میں اسوقت راجہ تھل رائے کا بیٹا ہرچند راج کرتا تھا۔ ابو الحکیم نے روانہ ہوکر مقام اودھار پور اور بقول بعض مقام اودے پور میں مقام کیا اور زید بن عمرو کلبی کو راجہ کے پاس مقام قنوج روانہ کیا۔ زید نے راجہ ہرچند والی قنوج کے دربار میں پہنچکر کہا کہ یا تو ہمارے خراج گذار ہو۔ یا اسلام قبول کرو ورنہ ہمارا سردار محمد بن قاسم جس نے سمندر سے کشمیر تک تمام راجاؤں کو شکست دیکر مطیع و منقاد بنالیا ہے تمہاری بھی اچھی طرح گوشمالی کریگا۔ ہرچند نے جواب دیا کہ اس ملک میں سولہ سو ۱۶۰۰ برس سے ہماری حکومت چلی آتی ہے کسی دشمن کا مقدور نہ ہوا کہ وہ اس طرف نظر بھر کر بھی دیکھ تمہارے خیالات اور ارادوں سے ہمکو کیا خوف ہے۔ اپنے آقا کے پاس واپس جاؤ اور اُس سے کہو کہ میدان جنگ میں ہمارا تمہارا خود فیصلہ ہو جائے گا۔ یہ خبر محمد بن قاسم کے پاس پہنچائی گئی۔ مجلس شوریٰ منعقد ہوئی تمام سرداروں اور سپہ سالاروں نے مارنے مرنے کا شوق ظاہر کیا چنانچہ محمد بن قاسم نے اعلان جنگ دیدیا اور بڑے پُر ہیبت طرز پر ہرچند کے پاس الٹی میٹم روانہ کیا۔ یہاں تو سامان اور تیاریاں ہو رہی تھیں کہ وہاں عالم بالا میں محمد بن قاسم کی نسبت دوسری قسم کے احکام جاری ہوئے۔ محمد بن قاسم کی موت کے بیان میں اختلاف ہے بعض مورخ مثلاً صاحب چچ نامہ کہتا ہے کہ راجہ داہر کی دو بیٹیاں

جو رانی لاڈی کے بطن سے تھیں اور جن کو محمد بن قاسم نے حجاج کے پاس بھیجا تھا وہاں سے وہ خلیفہ ولید بن عبد الملک کے پاس بھیجی گئیں اُنمیں ایک کا نام پرمل دیوی اور دوسری کا نام سورج دیوی تھا اُن دونوں نے وہاں خلیفہ کے سامنے ایسا چلتر کھیلا اور محمد بن قاسم کی اسطرح شکایت کی کہ خلیفہ نے ناراض ہوکر حکم بھیجا کہ محمد بن قاسم کو جہاں ہمارا حکم پہنچے وہیں اپنے آپکو گائے کی کھال میں سلوا کر دار الخلافہ تک پہنچائے۔ محمد بن قاسم نے اسکی تعمیل کی اپنی بجائے دوسرے عرب سرداروں کو ہندوستان کا ملک سپرد کرکے اپنے آپ کو گائے کی کھال میں سلوا کر روانہ کرایا راستہ میں تیسرے ہی دن دم گھٹ کر راہی ملک بقا ہوا۔ جب محمد بن قاسم کی لاش کا پولندہ گائے کی کھال میں لپٹا اور سلا ہوا پہنچا۔ تو راجہ داہر کی اُن دونوں لڑکیوں کی چلتر بازی اور محمد بن قاسم کا بیگناہ ہونا خود اُن لڑکیوں ہی کی زبانی پایۂ ثبوت کو پہنچا تو خلیفہ کو کمال افسوس ہوا لیکن اب کیا ہوتا تھا اور محمد بن قاسم کہاں واپس آسکتا تھا۔ اس مذکورۂ بالا واقعہ کی چونکہ اکثر صاحب النظر اشخاص نے تغلیط کی ہے اور سوائے چچ نامہ کے اور کوئی معتبر کتاب اس واقعہ کی ذمہ وار نہیں اسی لیئے ہمنے اس واقعہ کے بیان میں حد سے زیادہ اجمال و اختصار سے کام لیا ہے دوسرا بیان جو زیادہ قابل قبول اور صحت و راستی سے دوش بدوش ہے یہ ہے کہ محمد بن قاسم کے چچا حجاج کا انتقال ہوگیا اور اُسکے آٹھ مہینے کے بعد ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک بھی اس عالم فانی سے عازم ملک بقا ہوا۔ محمد بن قاسم کے دونوں مربی یکے بعد دیگرے دنیا سے اُٹھ گئے تخت خلافت پر سلیمان نے جلوس فرمایا جو حجاج اور اُسکے تمام خاندان اور متوسلین کا جانی دشمن تھا سلیمان کے

دل کی بھڑاس نکلنے کے لیئے حجاج تو باقی نہ تھا صرف بیچارہ محمد بن قاسم تھا اسی پر تمام نزلہ گرایا گیا۔ محمد بن قاسم کو بے خطا اور بلا قصور ولایت ہند وسندھ سے معزول کر کے اُسکی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو متقرر کیا۔ یزید بن ابی کبشہ محمد بن قاسم کی معزولی اور اپنے تقرر کا حکم لیئے اُسوقت محمد بن قاسم کے لشکر میں پہنچا جبکہ وہ قنوج پر حملہ کرنے ہی والا تھا۔ محمد بن قاسم کو نئے خلیفہ کا حکم دکھایا گیا اُسنے بلاچون وچرا اُسکی تعمیل کی یزید بن ابی کبشہ نے محمد بن قاسم کو گرفتار کر کے مجرموں کی طرح ٹاٹ کے کپڑے پہناکر اور ہاتھ پاؤں اور گردن میں زنجیر وطوق ڈالکر معاویہ بن مہلب کی حراست میں خلیفہ کے پاس روانہ کیا۔ محمد بن قاسم شہر واسط[۱] کے قیدخانہ میں محبوس کیا گیا اور انواع واقسام کی سختیاں اور شدائد اس شیر پیشۂ شجاعت پر روا رکھی گئیں قیدخانہ ہی میں چند روز کے بعد اس دار الابتلا سے رہ گرائے عالم بقا ہوا۔

محمد بن قاسم کے ساتھ جسقدر شام وعرب کے مسلمانوں کی فوج آئی تھی اُسکو راستہ کے دشوار گذار ہونے اور باربرداری کی کمی کے باعث بہت ہی قلیل سامان ہمراہ لانا پڑا چار چار آدمیوں کو ایک ایک اونٹ ہر قسم کا سامان رسد اور چھولداری وغیرہ لے چلنے کے لیئے ملا تھا اسلیئے تمام فوج کے ہمراہ قسم کھانے کو کوئی عورت بھی نہیں آسکی تھی۔ اس ملک میں پہنچکر جب عربوں کو نہایت تیزی اور عجلت کے ساتھ فتوحات حاصل ہوئیں اور وہ چند ہی مہینوں میں ملکوں کے بادشاہ بن گئے تو انہوں نے ہندنیوں

حاشیہ [۱] شہر واسط حجاج کا آباد کیا ہوا شہر ہے۔ اسی واسط کے قیدخانہ میں سلیمان نے حجاج کے تمام رشتہ داروں کو قید میں ڈالکر بڑی بڑی سختیوں سے ہلاک کیا۔ منہ

رجپوتنیوں سے شادیاں کیں۔ محمد بن قاسم کے بعد جب فتوحات کی رفتار رُک گئی اُدھر دوغلے بچے پیدا ہوگئے پھر عربوں کے گھروں میں انکے ہندو سالے سسروں کی آمدورفت سے رفتہ رفتہ مفتوحوں کے دلوں سے فاتحوں کا رُعب بھی کم ہونے لگا علاوہ ازیں ایک سخت غلطی ابتدا ہی میں یہ ہوگئی تھی کہ عربوں نے برہمنوں کو تمام بڑے بڑے انتظامی عہدے دیدیئے تھے اور زمینوں کے مالک اور رعایا سے تعلق رکھنے والے زیادہ تر یہی ہی تھے اور اسطرح مسلمان فاتحوں کے ساتھ ہندوؤں کی وفاداری اور ہمدردی کا تعلق صرف برہمنوں کے اختیار میں آگیا تھا برہمنوں نے جب دیکھا کہ اب موقع بغاوت کے لیئے مناسب ہے تو انہوں نے رعایا کو بھڑکانا اور آمادۂ فساد کرنا شروع کیا اور انجام کار رفتہ رفتہ یہی باعث ہوا مسلمانوں کی ان ابتدائی فتوحات کے اثر کے ہند سے زائل ہونے کا۔

مسلمانوں کی فتوحات اور انکے تنزل وغیرہ پر ریویو کرنا اسوقت میرا منشا نہیں۔ صرف محمد بن قاسم کی داستان بطور خلاصہ سنانا منظور تھی سو وہ پوری ہوگئی۔ اب ناظرین کو خود ہی غور کرنا چاہیئے کہ اس پندرہ سولہ برس کے لڑکے کو خدا تعالیٰ نے کس قسم کا دل و دماغ عطا فرمایا تھا۔ اگر کسی مورخ سے کہا جائے کہ وہ محمد بن قاسم کی مانند کسی دوسرے لڑکے کو بھی پیش کرے تو بڑی ہی کوشش وتلاش سے اسکو شائد کوئی دوسرا لڑکا ملے تو ملے ورنہ غالب گمان یہ ہے کہ محمد بن قاسم کی نظیر دستیاب ہونی محالات سے ہے۔

ہمارے نوعمر بھائیوں کو اس بات پر خصوصیت سے توجہ فرمانی چاہیئے کہ یہ نوعمر ذی اقتدار و ذی اختیار فاتح اپنے افسر کی اطاعت و فرمانبرداری کو

کیسا ضروری سمجھتا تھا۔ حتیٰ کہ اُسنے اپنی جان بھی اسی کی نذر کر دی۔ بھلا یزید بن ابی کبشہ کی کیا مجال تھی کہ وہ محمدؐ بن قاسم کو ہندوستان سے بیدخل کر سکتا محمدؐ بن قاسم اگر خود ہی خلیفہ کے حکم کی فرمانبرداری کو ضروری نہ سمجھتا تو بظاہر یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ برسوں خلیفہ کو اپنی گرفتاری کے لیئے حیران و پریشان کر سکتا تھا لیکن محمدؐ بن قاسم پکّا مسلمان اور جوان صالح تھا اُس نے بطیب خاطر ہر مصیبت کو برداشت کرنا قبول کر لیا لیکن خلیفہ کی نافرمانی کے ذلیل ترین عیب کو گوارا نہ کیا۔ اُسکی اسی نیک نیتی کا یہ نتیجہ ہے کہ آجتک ہزاروں خدا کے نیک بندے اُس کا نام اعزاز و اکرام سے لیتے ہیں اور امید ہے کہ قیامت تک اس زندہ جاوید جوان صالح کا نام آسمان شہرت کا روشن ستارہ بنا ہوا اہل نظر کی آنکھوں کو منور کرتا رہے گا۔ یہ موقع تھا کہ مَیں محمدؐ بن قاسم کے حالات زندگی اور اُسکے خصائل و شمائل پر نتائج اخذ کر کے ایک مختصر نظر ڈالتا لیکن اس کام کو ناظرین کے دماغ و عقل پر ڈالنا مناسب معلوم ہوا۔ مضمون پیش نظر ہے ملاحظہ فرمائیں اور خود نتائج اخذ کریں والسلام

راقم

اکبر شاہ خان نجیب آبادی

یکم جولائی ۱۹۰۹ء

پادریصاحبان غور فرماویں

(ذیل کا مضمون معزز ہمعصر الحکم سے اقتباس کیا گیا ہے۔ اور الحکم میں اندر سے بحوالہ کتاب خدا اور اسکی کتاب مصنفہ جان مسٹوارٹ ہوس سے لیا گیا ہے۔ ہم اس مضمون کو کسی خاص ضرورت کے لیئے درج کرتے ہوئے پادریصاحبان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ذرا توجہ سے پڑھیں کہ انکے بزرگ کیا کہتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

بائبل کے متعلق عیسائیوں کی رائے

۱۔ رائیٹ آنریبل رچرڈ لیلر شیل صاحب ممبر پارلیمنٹ لکھتے ہیں:۔

"بائیبل میں بہت سے حصے ایسے زوردار طور پر بلکہ ایسے بے پردہ طریقہ پر لکھے ہوئے ہیں۔ کہ وہ بے تحاشا پڑھے جانیکے ہرگز لائق نہیں ہیں۔ عہد عتیق کے بعض حصوں کی ایک ایسی کھلی تصویر کھینچی گئی ہے۔ کہ کسی بھی نوجوان عورت کو اُن حصوں پر غور کرنیکی اجازت نہیں ہونی چاہیئے میں یہ جرأت سے کہوں گا۔ کہ انکرین کی غزلات میں خیالاتِ فاسد کو اس زور سے ظاہر نہیں کیا گیا۔ نہ ہی شہوت بھرے معاملات کو ایسے کھلے طریقہ پر رکھا گیا ہے جیسا کہ عہد عتیق کے بعض حصوں میں دیکھا جاتا ہے بائبل میں اس قسم کے وحشی پن کی کہانیاں پائی جاتی ہیں۔ کہ جنکو پڑھ کر انسانی فطرت کانپ اُٹھتی ہے اس مقدس کتاب کے بعض حصوں میں اس قسم کے تواریخی واقعات یا حکایات

پائی جاتی ہیں۔ کہ جنکو ایک باعصمت عورت کے سامنے بغیر خوف پیدا کرنیکے نہیں پڑھا جا سکتا۔ کیا ایک عورت کو اپنے کمرے میں ایسی کتاب کے پڑھنے کی اجازت دینی چاہیئے۔ کہ جسکو وہ اپنے گھر میں سننے تک سے ہی کانپ اُٹھتی ہو۔ کیا وہ ایسی باتوں کو پڑھ سکتی ہے۔ جنکو وہ مُنھ سے نکالنے کی نسبت مرجانا بہتر سمجھتی ہے"

۲۔ سوپریم کورٹ آف وکٹوریہ کے جج جسٹس ہنٹلی ولیمس صاحب لکھتے ہیں:۔ "میں بلا خوف تردید کر سکتا ہوں۔ کہ آج تک کسی بھی انگریزی مصنف نے اس فحش کا دسواں حصہ بھی اپنی فحش کتاب میں نہیں لکھا۔ جو کہ عہد عتیق میں دیکھا جاتا ہے۔ سکولوں میں جہاں بائبل پڑھائی جاتی ہے یہ ایک مشہور بات ہے۔ کہ نکمّے اور آوارہ گرد لڑکے اپنا وقت کا بہت سا حصہ ان فحش اور گندی کہانیوں کو پڑھنے یا ورق گردانی میں گذارتے ہیں۔ جنسے کہ عہد عتیق بھرا پڑا ہے۔ فقرے کے فقرے اور فصلیں کی فصلیں ایسی ہیں۔ کہ جن کو کوئی ماں یا باپ اپنے لڑکے یا لڑکی کو پڑھنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ مگر جب سے کہ عیسائیت نے بائبل کو لیا ہے۔ اس وقت سے ہی عہد عتیق اس کا ایک بڑا حصہ چلا آتا ہے۔ اور لڑکوں کو تعلیم دیجاتی ہے۔ کہ اس کو خدا کا کلام سمجھیں حالانکہ ان کو اس کے پڑھنے کی اجازت نہیں ہے۔ اور جس کو وہ اس لیئے چوری سے پڑھتے ہیں۔ تاکہ دوسرے لڑکے کہیں ان کو ایسی کتاب پڑھتا ہوا نہ دیکھ لیں اسکے علاوہ عہد عتیق کا ایک بڑا بھاری حصہ خونخواری بیرحمی اور وحشیانہ حالت سے بھرا پڑا ہے۔ بے شرمی۔ بد اخلاقی۔ فحش۔ انتقام خونخواری اور ظلم کے واقعات ایسے گڈ مڈ پڑے ہیں۔ کہ اگر تم ایسی تمام فصلوں کو جن میں کہ وہ پائے جاتے ہیں۔ رد کرنے لگو۔ تو تمام کتاب میں سے سوائے تھوڑے سے حصّے کے بہت کم باقی رہ جائیگا"

۳- امریکہ کے پادری ریورنڈ ہنٹری وارڈبیچر صاحب کی رائے ہے۔ کہ بائبل کو ہرگز ہرگز نوجوان عورتوں کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیئے"۔ اسی پادری وارڈبیچر کے بارے میں مسٹر پارک گاڈون صاحب لکھتے ہیں۔ کہ" ریونڈ ہنٹری وارڈبیچر صاحب کا بائبل کو اخلاقی تعلیم کے لحاظ سے رد کر دینا بائبل کے ردی ہونے کے بارے میں ایسی ہی سند ہے۔ جیساکہ ہربرٹ سپنسر- فریڈرک ہریسن ٹنڈل ہکسلے۔ ہیکل۔ کیمپل وغیرہ کی" جوکہ سب بائبل کی تعلیم کے مخالف تھے۔

۴- ریونڈر کینین رچرڈس صاحب سوانسی واقع ویلز کے سکول بورڈ کو اس بات کی تاکید کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ" اگر تم کو اپنے بچوں کے اخلاق کا بچاؤ منظور ہے۔ تو خدا کے واسطے اُن کے ہاتھوں میں عہد عتیق مت دو"

۵- ۱۲۲۹ء میں کونسل آف ٹولوس نے یہ قانون بنا دیا تھا۔ کہ" بائبل کی کوئی بھی کتاب کسی شخص کے ہاتھ میں نہ رہے۔ اگر کوئی اس کتاب کو پڑھتا ہوا دیکھا گیا۔ تو وہ زندہ آگ میں جلا دیا جاویگا"۔ اس بات کا ذکر رڈل صاحب کی تواریخ پوپ کی جلد دوم میں موجود ہے۔

۶- رینک صاحب اپنی کتاب پوپ آف روم کی جلد اول صفحہ ۴۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ" بائبل کی بہت سی کتابوں کی ایک فہرست تیار کی گئی۔ اور پھر اُنکو ایک بڑے ڈھیر میں جمع کرکے آگ لگا دی گئی۔ یہ کتابیں کئی دنوں تک جلتی رہیں"۔ یہی صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۱۶۰ پر لکھتے ہیں۔ کہ" نہ صرف چھاپنے اور بیچنے والوں کو ہی بائبل کی ممنوعہ کتابوں کے چھاپنے اور بیچنے سے قانوناً منع کر دیا گیا تھا۔ بلکہ سب کو حکم تھا۔ کہ اس قسم کی کتابوں کے جلانے میں مدد دیں۔ چنانچہ ان کتابوں کے ڈھیر روم میں جلاکر تباہ کر دیئے گئے"۔

۷- کوسٹر صاحب لکھتے ہیں کہ "خدا کا کلام اگر کتابت میں نہ آتا - مگر بقول مردہ بولے کفن پھاڑے - اسکے لکھے جانیسے سب بھید کُھل گیا۔"

۸- لندنیس صاحب لکھتے ہیں "بائبل موم کی ناک ہے - جدھر چاہو- پھیر لو- یہ ایک مردہ ہے۔ محض بھوسہ ہے- مغز ندارد ہے - ایک مردہ قانون ہے- بائبل ملحدوں کا سکول ہے - ایک جنگل ہے جس میں پناہ گزین ہیں۔"

۹- چوتھی لیٹرن کونسل اور کونسل آف ٹرینٹ نے بائبل کے پڑھنے کی ممانعت کردی تھی- اور یہاں تک ممانعت کردی تھی- کہ خاص پوپ کی طرف سے اس بارے میں حکم جاری کیئے گئے تھے- کہ کوئی بائبل کا مطالعہ نہ کرے۔"

۱۰- پوپ انوسنٹ یازدھم نے ۱۶۸۷ء میں حکم دیدیا تھا- کہ جس شخص کے پاس بائبل موجود ہو- وہ اُس کو اپنے نزدیک کے پادری کو دیدے تاکہ وہ اُس کو آگ میں جلائے۔

۱۱- پوپ کلیمنٹ سیزدھم نے حکم دیدیا تھا- کہ جو کوئی بھی شخص بائبل کا اطالی ترجمہ پڑھے- اسکو کاٹھ مار دیا جاوے گا۔

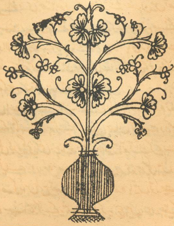
۱۲- پوپ پائس ہفتم نے ۱۸۱۶ء میں کہا تھا- کہ "میں اس بات کو دیکھ کر کانپ رہا ہوں- کہ بائبل چاروں طرف پھیل رہی ہے- بائبل کا اس طرح پھیلنا بڑا بھاری جُرم ہے- اس سے مذہب کی اصلی بنیاد قطعی کھوکھلی ہو جائیگی یہ ایک پلیگ ہے- جسکی دوا اور بیخکنی کرنی چاہیئے- یہ کسی بھی روح کے ایمان کو غارت کرنے کیلیئے ایک نہایت ہی خطرناک زہر ہے- تجربہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے- کہ بائبل کا مادری زبانوں میں ترجمہ کرنے سے فائدہ کی نسبت نقصان زیادہ پہنچا ہے۔"

۱۳- اسی پوپ نے ۱۸۱۹ء میں ایک فتویٰ جاری کیا تھا- جس میں ائرش

سکولوں میں بائبل کے تقسیم کرنے کے بارے میں لکھا تھا۔ کہ "یہ ایک
قسم کے کانٹے بوئے جا رہے ہیں۔ بچوں کو خطرناک تعلیم دی جا رہی
ہے: اور یہ اُن کے بچپن پر ایک زہریلا اثر ڈالے گی"۔

۱۴۔ ۱۸۲۴ء میں لیو دوازدھم نے بائبل سوسائٹی کے بارے میں
کہا تھا کہ "یہ ایک ایسی سوسائٹی ہے۔ جو کہ دنیا میں بائبل کو بکھیر رہی
ہے۔ جو کہ شیطان کی کتاب ہے"۔

۱۵۔ گریگوری شانزدھم نے ۱۸۴۴ء میں ایک اعلان جاری کیا تھا۔
جس میں اس بات کی تاکید کی گئی تھی۔ کہ بائبل سوسائٹی جہاں جہاں
ہو۔ جبراً بند کر دی جاوے اس کے ساتھ ہی اُس نے یہ حکم جاری کیا
تھا کہ جس کے ہاتھ میں بائبل نظر آوے اُس سے چھین لو۔



قرآن شریف اور بائیبل

رسالہ تشحیذ الاذہان کے جلد ۴ نمبر ۴ میں اس ہیڈنگ کے ماتحت ایک مضمون لکھ چکا ہوں جو رسالہ مسیحی تجلی کے مارچ ۱۹۰۹ء کے ایک آرٹیکل کا جواب تھا۔ اب میں پادری صاحب کے مضمون کے دوسرے حصہ (جو تجلی کے اپریل ۱۹۰۹ء کے پرچہ میں زیر عنوان "قرآن مصدق بائبل" چھپا ہے) کا جواب لکھنا چاہتا ہوں۔ اور خدائے تعالیٰ سے دعا مانگتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو مفید بنائے اور لوگوں کی ہدایت کا باعث بنائے۔ آمین ثم آمین۔

مصدق کے معنی

پیشتر اسکے کہ میں اصل مضمون کی طرف رجوع کروں۔ اتنا لکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ کہ مینے گذشتہ مضمون میں تصدیق کے معنے بتا دیئے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس مصدق کے معنے یہ ہونگے کہ سچے کو سچا ثابت کرنیوالا۔ اور جھوٹے کو جھوٹا ثابت کرنیوالا۔ باقی رہی یہ بات کہ وہ کس طرح پر کرتا ہے۔ اسلیئے ہم اسجگہ یہ بھی بتلاتے ہیں۔ کہ کسطرح سچے کو سچ کرکے دکھاتا ہے۔ اور جھوٹے کو جھوٹ ثابت کرتا ہے۔

اصل بات یہ ہے۔ کہ کتب الٰہیہ میں ایک حصہ تو آئندہ زمانہ کے متعلق پیشگوئی کے رنگ میں ہوتا ہے۔ تو جہاں جہاں توریت و انجیل میں ایک نبی کے آنیکی خبر دیگیئی تھی۔ چنانچہ اسکی تصدیق تو قرآن کریم نے اس طرح کی کہ وہ نبی آگیا ہے۔ اور وہ سب پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔

بقیہ حصہ کی اس طرح تصدیق کی۔ کہ جو جو عمدہ باتیں توریت و انجیل میں تھیں۔ وہ سب اخذ کرکے یہ ثابت کیا۔ کہ یہ سچ ہیں۔ اور بقیہ کو چھوڑ کر

اسکے محرف ہونے پر مُہر کردی۔ اور جو بہت ہی خراب باتیں شامل ہوگئی تھیں انکی تردید کردی اور تردید کے ثبوت دیئے۔ تاکہ پھر اعتراض نہ ہو۔ کہ بلاثبوت تردید کی گئی ہے۔ جیساکہ تثلیث کا مسئلہ ہے۔ اور اسکی بڑے زور شور سے تردید کی ہے۔ اسقدر تمہید کے بعد ہم ناظرین کو اصل مضمون کی طرف لیجاتے ہیں۔

پادری صاحب تحریر فرماتے ہیں "لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ کتب مقدسہ سابقہ کی تعریف کرتے کرتے قرآن کا مُنہ سوکھتا ہے تو یہی خیال پیدا ہوتا ہے۔ کہ شائد اسکو معلوم تھا۔ کہ کوئی زمانہ آنیوالا ہے۔ جب میرے فدائی میری وصیت کے عین خلاف ان مقدس کتابوں کی تکذیب کرینگے"

ناظرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے۔ کہ قرآن شریف نے جہاں توریت وانجیل کی تصدیق کی ہے۔ وہاں یہ بھی بتادیا ہے۔ کہ پادری تمہیں عجیب عجیب قسم کے دھوکے دینگے۔ اور تمہیں تصدیق کے معنے ہیر پھیر کر یہ بتائیں گے۔ کہ تصدیق کے معنے یہ ہیں۔ کہ جس طرح اب توریت وانجیل موجود ہے، اسی طرح خدائے تعالیٰ کی طرف سے اُتری تھی۔ اور اس طرح عجیب عجیب دھوکوں میں ڈالکر تمسے یہ خواہش کرینگے۔ کہ تمام عیسائی ہوجاؤ۔ مگر یہ یاد رکھنا کہ یہ سب جھوٹے ہیں۔ اصل ہدایت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پھر تاکید کرتا ہے۔ اور فرماتا ہے۔ کہ اگر تم انکی چپڑی چپڑی باتوں میں آگئے۔ تو یاد رکھنا۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی ولی اور مددگار نہ ملیگا۔ جیساکہ فرمایا ولن[1] ترضیٰ عنك الیهود ولا النصٰرىٰ حتّٰى تتبع ملتهم۔ قل ان هدى الله هو الهدىٰ ولئن اتبعت اهواءهم من بعد ما جاءك من العلم ما لك من الله من ولي ولا نصير

[1] اور ہرگز نہ راضی ہونگے تجھسے یہود و نصاریٰ یہانتک کہ انکے دین کی تابعداری کرے کہدے اللہ تعالیٰ کی ہدایت یہ ہدایت ہے۔ اور اگر تو انکی گری ہوئی خواہش کی تابعداری کریگا۔ بعد اسکے کہ تیرے پاس علم آگیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تیرے لئے کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

اگر قرآن شریف میں زیادہ تدبر کیا جاوے۔ تو پادری صاحبان کے حالات پر اور بھی روشنی پڑتی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ کہ یہ مثل انپر ہی صادق آئیگی "ہاتھی کے کھانیکے دانت اور اور دکھانیکے اور" کیونکہ وہ تنخواہ پر کام کرتے ہیں۔ اس غرض سے وہ بعض باتیں جو ہم نے انپر نازل کی ہیں ظاہر نہیں کرینگے۔ بلکہ انکو چھپائیں گے۔ جیساکہ ناظرین کو معلوم ہے۔ کہ وہ بعض باتیں جنکے ظاہر کرنے میں انکو مشکلات پڑتے ہیں چھپا لیتے ہیں جیساکہ اللہ تعالیٰ نے بائبل میں یہ پیشگوئی بیان فرمائی ہے۔ کہ ایک نبی آئیگا۔ اور وہ ایسا ایسا ہوگا۔ یہ اس پیشگوئی کو چھپانا چاہتے ہیں پھر انہیں سے بعض انسے بھی بڑھکر ہیں کہ وہ مشن کمپاونڈ میں نمازیں پڑھتے ہیں مگر اسکو ظاہر نہیں کر سکتے۔ ہاں ایک بات کو اسکی اصلی جگہ سے پھیر کر یہ کچھ کا کچھ ضرور بیان کرینگے۔

پھر فرمایا۔ یہ اخفا کیوں کرینگے۔ یہ اسلیئے کہ خدائے تعالیٰ کتاب کو مخفی رکھکر اسکے عوض تھوڑی سی قیمت (تنخواہ وغیرہ) لیتے ہیں۔ پھر یہ یاد رکھیں کہ اسطرح پر یہ لوگ جو کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھاتے ہیں۔ اور تعجب ہے کہ وہ اس آگ کے کھانیکو کسطرح برداشت کرتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ ان الذین یکتمون ما انزل اللہ من الکتاب ویشترون بہ ثمنا قلیلا اولئک ما یاکلون فی بطونہم الا النار ولا یکلمہم اللہ یوم القیمۃ ولا یزکیہم ولہم عذاب الیم اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالھدی والعذاب بالمغفرۃ فما اصبرہم علی النار۔

لے ترجمہ جو لوگ چھپاتے ہیں اس چیز کو جو اتارا اللہ تعالیٰ نے کتاب میں سے اور خریدتے ہیں اسکی بدلہ تھوڑی سی قیمت یہ لوگ نہیں کھاتے اپنے پیٹوں میں مگر آگ۔ اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن انسے کلام نہ کریگا اور انکو پاک نہ کریگا۔ اور انکے لیئے دردناک عذاب ہے یہی لوگ جو خریدتے ہیں ضلالت کو بدلے ہدایت کے۔

الغرض قرآن شریف نے خوب کھول کھولکر بیان فرمادیا ہے۔ کہ تم نے پادریوں کی اطاعت نہ کرنی۔ یہ کرتے کچھ ہیں اور کہتے کچھ ہیں۔ کہتے تو ہیں۔ کہ انجیل میں حکم ہے۔ کہ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے۔ تو دوسری آگے کردو۔ مگر عمل یہ ہے۔ کہ ذرا سی بات پر بدلہ لینے پر بلکہ اس سے بڑھکر بھی سزا دینے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح مصدق کا مطلب ہے۔ قرآن شریف کچھ کہتا ہے اور یہ کچھ بتاتے ہیں۔ جیسا کہ ناظرین آگے چلکر ملاحظہ فرمائیں گے۔

اسکے بعد پادری صاحبنے پانچ آیتیں لکھکر یہ بات ثابت کی ہے۔ کہ قرآن کریم نے کتب سابقہ کو عزت سے یاد کیا ہے۔ اور جو کتاب عیسائیوں کے پاس تھی۔ اسکو کہیں ہادی کہیں رحمت کہیں بصیرت کہیں نور کہیں امام کہا ہے۔

ہم اس بات کی تصدیق کے لیئے پہلے سے تیار ہیں۔ کہ قرآن کریم تعصب نہیں سکھاتا۔ بلکہ انصاف سکھاتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کی انصاف پسندی کا یہاں سے کیسا عمدہ ثبوت ملتا ہے۔ کہ اسنے کتب سابقہ کو بڑی عزت سے یاد کیا ہے۔ اور مختلف الفاظ میں انکی تعریف کی ہے۔ یہودیوں یا عیسائیوں کی طرح یہ نہیں کہا۔ کہ جو کچھ ہیں ہم ہیں۔ باقی کچھ نہیں۔ بلکہ اصل حقیقت کھولکر بتا دیا۔ کہ یہ کتابیں ہم نے ہی اُتاری تھیں انمیں نور ہدایت تھا۔ انکی عزت کرنی چاہیئے۔

موجودہ بائبل وہ نہیں ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُتری تھی

لیکن اس امر کے ماننے کے لیئے نہ ہم اب تیار ہیں۔ نہ پہلے کبھی تھے۔ کہ جن کتابوں کی تعریف کی گئی ہے۔ وہ یہی کتابیں ہیں۔ جو موجودہ زمانہ میں عیسائیوں کے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ ہم ظاہر دیکھتے ہیں کہ اول تو جس زبان میں یہ کتابیں اُتری تھیں۔ اس زبان میں اصل کتابیں نہیں ملتیں جس سے مقابلہ ہو سکے۔

اسلیئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ترجمہ کرنیوالوں نے اپنی طرف سے کیا کم و کاست کیا ہے۔

دوم۔ جن نبیوں پر یہ کتابیں اُتری ہیں۔ انکی وفات کے بعد کے قصے انہیں موجود ہیں۔ حالانکہ یہ ناممکن ہے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ یہود و نصاریٰ نے ان کتابوں میں زیادتی تو ضرور کی ہے۔ کیونکہ جب وہ نبی فوت ہوئے تو انکے قصے داخل کیئے گئے۔ نہ کہ وفات سے پہلے ہی کہدیا گیا۔ کہ ایسا ہو۔ ایسا ہو۔ جو کبھی نہیں ہو سکتا۔

سوم۔ پھر بقول پادریصاحب کے* چوتھی صدی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ تو اس صورت میں کس طرح ممکن ہے۔ کہ چار سو سال کے بعد ایک کتاب ایسے رنگ میں لکھی جاوے کہ وہ بالکل حرف بحرف ضبط کیجا سکے۔ پھر بخت نصر کے زمانہ میں کتب مقدس ڈھونڈ ڈھونڈ کر جلائی گئی حتیٰ کہ اسکے پڑھنے والے بھی صفحہ ہستی پر نہیں چھوڑے گئے۔ اس صورت میں اصل کتاب کا محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔

چہارم۔ انجیلیں مختلف مصنفوں کی ہیں۔ اور ہر ایک انجیل دوسری سے کچھ نہ کچھ اختلاف ضرور رکھتی ہے۔ اسحالت میں پادریصاحب ہمیں بتائینگے کہ اصل انجیل کونسی ہے۔

پنجم۔ کیا پادریصاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ جو ایسی انجیلیں ہیں جو معمولی انجیل کے ساتھ شامل نہیں کیجاتیں۔ وہ صحیح ہیں یا غلط اگر صحیح ہیں۔ تو انکو درج کیوں نہیں کیا جاتا اور اگر انمیں تحریف زیادہ ہے۔ تو پھر اس بات کا کیا ثبوت ہے۔ کہ مروجہ اناجیل سچی اور وہ جھوٹی ہیں۔

---

* چنانچہ پادریصاحب نے اپنے مضمون کے پہلے حصے میں مارچ کے پرچے کے صفحہ ۲ پر یہ تحریر فرمایا ہے۔ مانا کہ چوتھی صدی عیسوی کے پہلے کا کوئی نسخہ کتاب مقدس کا صفحہ ہستی پر نہیں بچا۔ منہ

ششم - ناظرین کو معلوم ہے - کہ بائبل ہمیشہ Revised ہوتی رہتی ہے جسکو ہم دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں - کہ اس میں ہمیشہ ترمیم ہوتی ہے - ہم نہیں جانتے - کہ جو ترجمہ پہلے پہل اردو میں شائع ہوا وہ اصل خدا تعالےٰ کے الفاظ تھے - یا جو گذشتہ سال شائع ہوا ہے - وہ خدا تعالےٰ کے الفاظ ہیں کیونکہ مجھے پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور کے دفتر سے یہ اطلاع ملی تھی - کہ رسالہ Revised (یعنی ترمیم) ہو چکی ہے - صرف چھپنی باقی ہے غرضکہ انجیل ہر روز بدلتی رہتی ہے - اور پھر بھی کہا جاتا ہے - کہ یہ انجیل وہی انجیل ہے - جو خدا تعالےٰ کی طرف سے اُتری تھی - سچ ہے - دروغ گویم بر روئے تو -

ہفتم - کتب الٰہیہ کی تعلیم خلاف سنۃ اللہ نہیں ہوتی - مگر دیکھو سنۃ اللہ تو یہ ہے - کہ جو کوئی گناہ کرتا ہے وہی سزا پاتا ہے - مگر انجیل کفارہ کی تعلیم دیتی ہے علیٰ ہذا القیاس تثلیث کی تعلیم سنۃ اللہ ثابت کرتی ہے کہ تین چیز اگر اکٹھی کیجاویں تو تین ہوتی ہیں - مگر عیسائی صاحبان کہتے ہیں - کہ ایک ہوتی ہے -

ہشتم - خدا تعالےٰ کتاب شرک کی تعلیم نہیں دیتی - مگر عیسائی صاحبان انجیل سے تثلیث کا ثبوت دیتے ہیں - جو فی الواقعہ شرک ہے - کیونکہ شرک کے معنے خدا تعالےٰ کے کاموں میں کسی کو شریک یا حصہ دار تسلیم کرنا سو عیسائی صاحبان فرماتے ہیں - کہ خدا کا بیٹا چھوڑ روح القدس خدا تعالےٰ کے کاموں میں حصے دار ہے -

نہم - کتاب اللہ کی تعلیم اخلاق حسنہ کے خلاف نہیں ہو سکتی - مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بائبل نے اس بارے میں بہت سے سرٹیفیکیٹ حاصل کیے ہیں - جیسا کہ ہم اسی رسالہ میں کسی جگہ "بائبل کے متعلق عیسائیوں کی رائے"

کے ہیڈنگ کے ماتحت دکھلا چکے ہیں۔ کہ بائبل کی تعلیم کے بعض حصوں سے عقلمند پادری کیسی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں!

دھم۔ کسی پیغام کی تصحیح و تکذیب کے لیے اس امر پر بھی غور کیا جاتا ہے۔ کہ پیغام لانیوالا کیسا ہے۔ اس سے ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ جو شخص خدا تعالیٰ کا پیغام مخلوق تک پہنچائے۔ وہ کیسا اعلیٰ درجہ کا انسان ہونا چاہیئے۔ مگر یسوع جسکے متعلق عیسائیوں کا دعویٰ ہے۔ کہ اسپر انجیل اُتری ہے۔ انجیل سے ملعون (خدا سے دُور) زانیہ عورتوں سے محبت رکھنے والا۔ اور شرابی تھا۔ پس اسپر اسکے پیغام کا بھی قیاس کر لو۔

وتلك عشرة كاملة۔

غرض ایک لمحہ کے لیئے بھی ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ کہ قرآن کریم نے کتب سابقہ ان نسخوں کے متعلق فرمایا ہے۔ جو پادریوں کے پاس ہیں۔

اب ہم ان غلط فہمیوں کو دُور کرتے ہیں۔ جو پادری صاحب نے آیات قرآن کریم کو پیش کر کے پبلک کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ سب سے پہلی آیت جو پادری صاحب نے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

(۱) ان ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ۔ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ کہ پادری صاحب کا اس آیت کے پیش کرنے سے کیا مطلب ہے۔ جب ہم اس آیت شریفہ کے سیاق و سباق کو دیکھتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہ فرمایا ہے۔ قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی بل تؤثرون الحیوٰۃ الدنیا والاٰخرۃ خیرٌ وّ ابقیٰ ان ھٰذا الخ یعنی کہ اس شخص نے فلاح پائی جس نے تزکیہ (پاکی) اختیار کیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا۔ اور نماز پڑھی۔ بلکہ تم تو دنیا کی زندگی پسند کرتے ہیں۔ حالانکہ آخرت بہتر اور

باقی رہنے والی ہے۔ یہ باتیں جو ہم کہتے ہیں۔ پہلے صحیفوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ (وہ صحیفے کونسے) ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام کے صحیفے۔ یعنی اے وہ لوگو جو پہلی کتابوں کو جانتے ہو۔ تم کو کیا ہوگیا بار بار تم کو یہ تعلیم دیتے ہیں کہ فلاح کا ذریعہ تزکیہ نفس و تعظیم الامر اللہ ہے دنیا کو آخرت پر مقدم۔ ابراہیمؑ اور موسیٰؑ کی کتابوں میں بھی تم کو یہ باتیں سکھائیں۔ بہت موٹی باتیں ہیں۔ مگر تم ہو کہ توجہ نہیں کرتے۔ شریف آدمی کا یہ کام ہے کہ ایک مرتبہ کا صرف اشارہ ہی کافی ہوتا ہے مگر تم ہو کہ پہلے تو صحف الاولی ابراہیمؑ و موسیٰؑ کے صحائف کے ذریعے اور اب پھر اس قرآن کریم جو کہ جامع و مکمل کتاب ہے اسکے ذریعہ اسکی بار بار تعلیم دیئے رہے ہیں۔ ہم کچھ خیال تک نہیں کرتے۔ خدا جانے پادری صاحب کو اس میں کونسی بات اپنے مفید مطلب ملی ہے؟ بات کیا ہوگی۔ بل تؤثرون الحیٰوة الدنیا کے مصداق ہیں آنکھیں بند کرکے اعتراض جڑ دیتے ہیں۔ آگا پیچھا کچھ نہیں دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔

(۲) اولم تاتھم بینة ما فی الصحف الاولی۔ سیاق سباق ملا کر پڑھیں تو اسکا ترجمہ نہایت صاف طور سے موٹی عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ پوچھتے ہیں کہ ہم کو عذاب کا نشان کیوں دکھلاتے وہ نشان کہ جس سے مخالفین ہلاک ہوجائیں۔ فرمایا کہ وہ بے وقوفو بینة (رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرة فیھا کتب قیمة) تو تمہارے پاس آگیا۔ کیا یہ ایمان لانیکو کافی نہیں ہلاکت کا نشان بھی آجائیگا وہ اسوقت آئیگا جب تم پر کامل طور سے اتمام حجت ہوجائیگی۔ اور اسوقت تم ہلاک ہوجاؤ گے نشان سے کیا فائدہ اٹھاؤ گے (ہاں ایسے نشان تو مومنوں کے لیئے ازدیاد

ایمان کا باعث ہوا کرتے ہیں) پادری صاحب قرآن کو غور سے پڑھا کریں یا کسی سمجھدار سے سیکھ کر منہ کھولا کریں۔ ورنہ آئندہ اسی طرح ندامت اُٹھانی پڑے گی۔

(۳) وانہ لفی زبر الاولین۔ اور بیشک اس بات کا ذکر ہے پہلی کتابوں میں۔ اگر ہم اس آیت کے سیاق وسباق پر نظر ڈالتے ہیں تو معلوم کرتے ہیں۔ وانہ لتنزیل رب العٰلمین نزل بہ الروح الامین علےٰ قلبک لتکون من المنذرین بلسان عربی مبین وانہ لفی زبر الاولین۔ یہ ذکر ہے۔ کہ یہ قرآن شریف رب العالمین کی طرف سے اُتارا گیا۔ اور یہ کہ ایک کتاب بدیں صفات نازل ہوگی اسکا ذکر پہلی کتابوں میں موجود ہے۔ پادری صاحب نے اس آیت کریمہ کے یہ معنے کرکے کہ یہ "قرآن کریم پہلی کتابوں میں سارے کا سارا موجود ہے" یہ دھوکا دینا چاہا ہے کہ پس جب قرآن کریم پہلی کتب میں موجود ہے تو وہ کتب اس قرآن سے افضل ہوئیں کیونکہ یہ قرآن انکا ایک جزو ہے۔ مگر پادری صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ کتب پیشین مختص القوم ومختص الزمان ہیں اور قرآن کریم تمام جہان کے لئے اور ہر زمانہ کیلئے ہے اور زبر الاولین صرف دعاوی پر مشتمل ہیں اور یہ مکمل قرآن شریف ہر ایک دعوے کے ثبوت بھی رکھتا ہے۔ پس کیونکر یہ ہوسکتا ہے کہ کامل ومکمل قرآن کریم ناقص زبر میں سارے کا سارا موجود ہو۔ یہ معنے غلط ہیں۔ اور پادری صاحب اس سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ ان ہر سہ مذکورہ بالا آیات میں جو یہ ذکر ہے۔ کہ یہ باتیں یا یہ نشانیاں پہلی کتابوں میں موجود ہیں۔ اسکا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ چونکہ یہ باتیں ان کتابوں میں موجود ہیں۔ اس لئے یہ سب کتابیں

بعینہ محفوظ ہیں۔ کیونکہ جب ہم کہتے ہیں۔ کہ فلاں رسالہ میں ہمارا مضمون شائع ہوا ہے۔ تو اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا۔ کہ اس رسالہ کے ساری مضامین ہماری طرف سے ہیں۔ بلکہ اس کا یہ مطلب ہوگا۔ کہ اور مضامین کے علاوہ ہمارا مضمون بھی ہے۔ اسی طرح اسجگہ بھی یہ نہیں ظاہر کیا گیا کہ موجودہ کتابیں بعینہ موجود ہیں۔ کیونکہ رطب یابس کی جو بعد میں شامل کیا گیا ہے۔ نفی نہیں کی گئی بلکہ تحریف و تبدیل کا الزام تم پر لگاکر ثابت کیا ہے کہ اب قابل عمل قرآن کریم ہی ہے۔

(۴) فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین..... فیما اختلفوا فیہ (یعنی۔ پھر اللہ نے نبیوں کو اٹھایا۔ جو خوشی اور ڈر کی خبر سنانے والے تھے۔ اور انکے ساتھ کتاب اتاری سچ کے ساتھ۔ تاکہ لوگوں کے درمیان اس بات کا فیصلہ کریں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے۔ اسکے آگے فرمایا ہے۔ وما اختلف فیہ الا الذین اوتوہ من بعد ما جاءتھم البینات اور اس میں اختلاف نہیں کیا۔ مگر ان لوگوں نے۔ جنکو کتاب دیگئی۔ بعد اسکے کہ کھلے کھلے نشان آئے انکے پاس۔

پادری صاحب نے اس آیت سے یہ فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ کہ بائبل کو الکتاب کہا گیا ہے۔ اگر ہم بقول پادری صاحب یہ تسلیم بھی کرلیں کہ الکتاب بائبل کو کہا گیا ہے۔ تو بھی کیا خوبی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو بھی تو الکتاب کہا ہے۔ علاوہ ازیں ہم کب نہیں مانتے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں اتری ہم تو کہتے ہیں اتری لیکن اترنے کے بعد اسمیں تحریف کی گئی ہے۔ کیا پادری صاحب فرمائیں گے۔ کہ جب ہم یہ تسلیم کرلیں کہ وہ کتاب تھی۔ لیکن بعد میں تحریف ہوئی۔ تو انکو اس

آیت کریمہ کے پیش کرنیکا کیا فائدہ ہوگا۔ کیونکہ قرآن کریم نے کہیں بھی اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ وہ اب بھی محفوظ اور ویسی ہی الکتاب ہے۔

(۵) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات و انزلنا معھم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط۔ اس آیت سے بھی پادری صاحب کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ الکتاب واقعی اُتری اور میزان بھی تھی۔ لیکن اب نہ وہ الکتاب موجود ہے۔ اور نہ وہ میزان کی صفت اسمیں باقی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کہیں نہیں بتاتا۔ کہ اب بھی محفوظ ہے۔

خلاصہ یہ کہ اگر قرآن کریم نے پہلی کتابوں کو الکتاب۔ ہادی۔ رحمت بصیرت۔ نور۔ امام کے لفظ سے جو یاد کیا ہے۔ بیشک ایک وقت وہ ایسی ہی تھیں۔ لیکن ہم کہتے ہیں۔ کہ یہ کس طرح معلوم ہوا کہ ان کتابوں میں اب بھی یہ باتیں موجود ہیں۔ یہ تو ہم پہلے ہی مانتے ہیں۔ کہ یہ کتابیں ایسی تھیں۔ پھر نہ معلوم پادری صاحب کو اس تکلیف اٹھانیکی کیا ضرورت پیش آئی۔

اسکے بعد پادری صاحب نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ کہ بائبل ایسی کتاب ہے جو ٹھیک طور پر فیھا کتب قیمہ کی مصداق ہے۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں۔ کہ اسمیں ۶۶ کتابیں ہیں۔

اگر فیھا کتب قیمہ کے یہی معنے ہیں۔ تب تو بہت سی کتابیں ایسی ملیں گی۔ جو اس تعریف کی مصداق ہونگی۔ کیونکہ بہت سی کتابیں ایسی ہیں۔ جو مختلف جلدوں میں شائع ہوتی ہیں۔ ہاں اگر لفظ قیمہ کچھ معنے رکھتا ہے۔ تو پھر ایسی کتب اس تعریف کی مصداق نہیں ٹھہر سکتیں۔ ہم اس بات کے ماننے کے لیئے تیار ہیں۔ کہ بائبل میں ۶۶ نہیں بلکہ ۶۶۰۰ کتابیں ہونگی

لیکن غور طلب امر یہ ہے۔ کہ آیا وہ قیمہ بھی ہیں کہ نہیں۔ جب ہم اس بات پر غور کرتے ہیں۔ تو دیکھتے ہیں۔ کہ کوئی عقلمند انسان دنیا میں اس امر کو تسلیم نہیں کرتا۔ کہ یہ کتابیں ویسی ہی محفوظ ہیں۔ جیسی کہ نازل ہوئیں۔ مخالفین کے علاوہ اسکے متبعین میں سے عقلاء بھی تو اس بات کے قائل نہیں۔

توجب ایک کتاب بھی محفوظ نہیں رہی۔ تو قیمہ سے کیا مطلب اگر آپ اس بات پر زور دیتے ہیں۔ تو ذرا سنئے عہدنامہ عتیق کہتا ہے۔ کہ اگر ذرا بھی تکلیف دے۔ تو اسکے عوض تکلیف دیجاوے۔ حتیٰ کہ کان آنکھ تک کا بھی قصاص ضرور ہے۔ اسکے برخلاف عہدنامہ جدید لکھتا ہے۔ کہ کبھی کسی سے بدلہ نہ لو۔ اگر کوئی ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسری اسکے سامنے کردو۔ اب فرمایئے پادریصاحب کہ کتاب قیمہ کی کونسی عبارت ہے۔

اے نادان سن! کہ فیھا کتب قیمہ کی مصداق قرآن شریف کے علاوہ کوئی کتاب نہیں ہو سکتی۔ قرآن شریف میں ۱۱۴ سورتیں ہیں۔ اور ہر ایک سورت بجائے خود ایک کتاب ہے۔ اور کتاب بھی قیمہ ہے۔ جیسی اتری تھی ویسی ہی محفوظ ہے۔ تو فیھا کتب قیمہ کی صفت والی کتاب صرف قرآن شریف ہی ہے۔

اسکے بعد پادریصاحب نے پانچ آیتیں اس مضمون کی پیش کی ہیں جنمیں یہ ذکر ہے۔ کہ قرآن کریم مصدق قلما بین یدیہ ہے۔ پھر اسکے بعد لفظ بین یدیہ کے معنے ”درمیان دونوں ہاتھوں اسکے کے“ بیان کر کے اس بات پر زور دیا گیا ہے۔ کہ قرآن کریم اس بائبل کا مصدق ہے۔ جو عیسائیوں کے ہاتھ میں موجود ہے۔

اسکے جواب میں ہم صرف یہی بتانا چاہتے ہیں۔ کہ ہم تو خود تسلیم کرتے

ہیں۔ کہ اسی بائیبل کی تصدیق کرتی ہے۔ ہاں تصدیق کے معنے وہ نہیں جو آپ کرتے ہیں۔ بلکہ اسکے وہ معنے ہیں جو ہم شروع مضمون میں بیان کر چکے ہیں۔ یعنی سچے کو سچا کر دکھانیوالی اور جھوٹے حصہ کو جھوٹا ثابت کرنے والی۔

اسکے بعد پادریصاحب نے پھر چار آیتیں مضمون مندرجہ بالا کی درج کی ہیں جسپر ہم کافی بحث کر چکے ہیں۔ اسکے بعد پادریصاحب نے ایک فضول سی بحث کی ہے۔ یعنی یہ کہ مصدقا لما معہم سے مراد یہودی ہیں۔ یا نصاریٰ پھر نصاریٰ کو مخاطب ثابت کرنیکے لیئے آیت یجدونہ مکتوبا عندھم فی التوراۃ والانجیل پیش کی ہے۔ اور عندھم کو بین یدیہ کا مترادف ثابت کرنیکی کوشش کی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو ہو۔ ہمیں اس سے بحث نہیں لفظ مصدق پر ذرا غور فرماویں سب کچھ حل ہو جائیگا۔

پھر پادریصاحب نے سات آیتیں نقل کی ہیں۔ جن سے وہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ قرآن شریف نے کتب سابقہ کو نور ہدی للناس وغیرہ ذکر کیا ہے۔ مگر پادریصاحب کو یہ خیال نہیں آیا۔ کہ یہاں کسی آیت کیساتھ مابین یدیہ یا اس کا مترادف کوئی لفظ نہیں آیا سوا نمبرہ کی آیت کے جسکے متعلق الگ طور پر عرض کرونگا۔

یہ ایک خوبی ہے۔ کہ قرآن شریف نے اس بارہ میں بڑی احتیاط سے کام لیا ہے۔ کیونکہ اسکے آثار نبوۃ الافادہ مطلق جانتا تھا۔ کہ دجال پادری ان آیات کو پیش کر کے مسلمانوں کو دھوکا دینگے۔ وہ احتیاط جس کا میں ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جہاں صرف تصدیق مراد ہے۔ وہاں بین یدیہ اور اسکے بہت سے مترادف لفظ استعمال کیئے ہیں اور جہاں اور تعریفی

لفظ بیان کیئے ہیں۔ وہاں یہ نہیں فرمایا۔ کہ موجودہ بائبل ایسی ہے۔ بلکہ وہاں یہ فرمایا ہے۔ کہ ہم نے ایسی کتابیں اُتاری تھیں۔ جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ جو پادری صاحب نے پیش کی ہیں۔

آیت نمبر ۱۵ جسکی تفصیل کا ہم ذکر چکے ہیں۔ حسب ذیل ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وکیف یحکمونك وعندھم التوراۃ فیھا حکم اللہ ثم یتولون من بعد ذٰلك وما اولٰئك بالمؤمنین۔ یہ ایک الگ آیت ہے۔ جسکا یہ مطلب ہے۔ کہ یہودی تجھے کسطرح حاکم بنائیں۔ جبکہ انکے پاس توریت ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ سو ہم مانتے ہیں۔ کہ توریت میں اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بات بھی ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے علاوہ زیادتی بھی موجود ہے۔ اور بعض احکام بدل بھی دیئے گئے ہیں۔

اسکے بعد ایک الگ آیت شروع ہوتی ہے۔ انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور الخ سو یہ بات خوب سمجھ میں آسکتی ہے۔ کہ اسجگہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ ہم نے توریت اُتاری جو ہدایت اور نور ہے وغیرہ وغیرہ ان دو آیتوں کو ایک آیت کے رنگ میں پیش کر کے لوگوں کو دھوکا دینے سے کیا فائدہ ہے۔ یہاں تو رکوع بھی بدل جاتا ہے پھر ایک آیت کس طرح رہی۔ غرض یہ دو علیحدہ علیحدہ آیات ہیں۔ جنکا مطلب الگ الگ ہے۔ پادری صاحب نے انکو لوگوں کی دھوکا دہی کے لیئے ایک آیت کے طور پر پیش کیا ہے۔ تاکہ وہ عندھم التوراۃ والی آیت میں ہدایت اور نور ثابت کر سکیں۔ جو انکی طاقت سے بالاتر ہے۔

اسکے بعد پادری صاحب نے یہ فرمایا ہے۔ کہ قرآن شریف میں خود قرآن شریف

کی نسبت دوسری کتابوں کی زیادہ تعریف ہے۔ اور مقابلہ میں یہ دکھایا ہے کہ قرآن شریف کو صرف تفصیل لکل شیءٍ و ھدی و رحمۃ لقوم یؤمنون فرمایا ہے۔ اور پرانی کتابوں کو اسکے علاوہ تماماً علی الذی احسن فرمایا ہے۔ پیشتر اسکے کہ ہم اس اعتراض کا جواب دیں پہلے کچھ ایسی تعریفیں قرآن کریم کی پیش کرتی ہیں جو اور کتابوں میں نہیں پائی جاتیں۔

(۱) لاریب فیہ (اس میں شک وشبہ کی بالکل گنجائش نہیں ہے)

(۲) انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس (توریت کو توصرف یہودیوں میں حکم کرنیکے لئے اُتارا ہے۔ اور قرآن شریف کو عام لوگوں پر حکم کے لئے)

(۳) انہ لقرآن کریم۔ فی کتٰب مکنون۔ لا یمسہ الا المطھرون۔ تنزیل من رب العٰلمین۔ بیشک یہ قرآن کریم (معزز) ہے چھپی ہوئی کتاب میں محفوظ ہے۔ اسکو پاکوں کے سوا کوئی چھو نہیں سکتا۔ (یعنی پاکوں کے سوا اسکے مطالب کو نہیں پاسکتا)۔ وہ ایسے صحیفوں میں ہیں۔ جو مکرم ہیں۔ وہ رفعت والے اور پاکیزگی والے۔ جو نیکوکار و بزرگ لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہوتے ہیں۔

(۵) انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (ہمنے ذکر کو اُتارا ہے اور ہم ہی محافظ ہیں) گویا خدا تعالیٰ نے قرآن کریم کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی ہے۔

(۶) بل ھو قرآن مجید فی لوح محفوظ۔ بلکہ وہ قرآن مجید ہے جو لوح میں محفوظ ہے۔ گویا کہ قرآن کریم کے لئے مندرجہ ذیل الفاظ ایسے استعمال کئے گئے ہیں۔ جو کسی اور کتاب کے لئے نہیں۔

لاریب فیہ۔ انزلنا الیک الکتاب بالحق۔ قرآن کریم۔ فی کتاب مکنون

(۴) فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ مطھرۃ بایدی سفرۃ کرام بررۃ

لا یمسہ الا المطہرون - تنزیل من رب العالمین - فی صحف مکرمۃ مرفوعۃ - مطہرۃ - بایدی سفرۃ کرام بررۃ - انا لہ لحافظون الذکر - قرآن مجید - فی لوح محفوظ - بلسان عربی مبین - (یعنی کسی گنگی زبان میں نہیں بلکہ عربی زبان میں ہے - جو کھولکر بیان کرتی ہے)

اب پادری صاحب فرمائیں - کہ ان پندرہ صفات کے مقابل پر اگر ایک ایسی صفت توریت کی بیان کردی جو قرآن کریم کے ساتھ شامل نہیں کی گئی - تو کیا ہوا - اگر پندرہ صفات مذکورہ بالا میں ایک کو اسکے عوض الگ کردیں تو بھی چودہ دعوے پادری صاحب کے ذمہ رہے - کیوں پادریصاحب؟

اسکے بعد پادریصاحب نے صحف مکرمہ کے متعلق دریافت فرمایا ہے - کہ وہ کونسی کتاب ہے - جسکی یہ تعریف ہے - کیوں پادریصاحب فرا فرمائیے توسہی کہ اس سورت شریف میں کہیں توریت یا انجیل کا لفظ آیا ہے - اللہ تعالیٰ رسول کریم کا ایک واقعہ پیش کرکے فرماتا ہے - کہ یہ تذکرہ ہے - جو چاہے اس سے نصیحت پکڑے - یہ تذکرہ (نصیحت کی بات) ہی جو ایک ایسے صحیفے میں ہے جو مکرمہ ...... ہے - پادریصاحب ذرا فرمائیں توسہی - کہ قرآن کریم کے علاوہ ایسے تذکرہ کا کہاں ذکر ہے - تعجب ہے - ایک بات کو تذکرہ کے طور پر پیش کیا جاتا ہے - اور پادریصاحب کسی اور آیت کو پیش کرکے تذکرہ فرماتے ہیں - کاش کہ پادری صاحب غور فرماویں -

الغرض پادری صاحب نے اپنے مضمون میں دو باتوں پر زور دیا ہے - کہ اول تو قرآن کریم کتب سابقہ کا مصدق ہے - دوسرے قرآن کریم نے کتب مقدسہ کی بہت تعریف کی ہے - سو ہم بڑی خوشی سے تسلیم کرتے ہیں - کہ واقعی قرآن کریم بائبل کا مصدق ہے - اور یہ بھی فرمایا - کہ یہ کتابیں جب اتریں - اسوقت انہیں ہدایت نور تھا - اور یہ امام - تماماً علی الذی احسن وغیرہ تعریفات کی

مصداق نہیں - لیکن نہ اب وہ کتابیں دنیا میں موجود ہیں - نہ اس تعریف کی مستحق ہیں -

ریویو

اظہار حق | شیخ محمد یوسف صاحب نومسلم سابق سورن سنگھ سکھ کی تصنیف ہے۔ عمدہ سفید کاغذ اور ریویو آف ریلیجنز کی تقطیع پر قریباً دو سو صفحہ کی کتاب لکھائی چھپائی خاصی قیمت تعجب ہے کہ صرف ۵ ر ہے یہ کتاب صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بک ڈپو سے طلب کرنی چاہیئے۔ شیخ صاحب موصوف کوئی معمولی سکھ نہ تھے بلکہ دعوے سے کہا جاسکتا ہے شیخ محمد یوسف صاحب کی برابر سکھ مذہب سے واقف اور سکھوں کی مذہبی کتابوں پر ایسی وسیع نظر رکھنے والے تمام پنجاب میں شائد دو چار ہی سکھ نکل سکتے ہیں۔ اس کتاب میں شیخ صاحب نے صرف مستند جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب ہی سے استدلال کیا ہے اور بدلائل ثابت کیا ہے کہ باوا نانک صاحب سچے پکے مسلمان اور ہندوؤں سے اور ہندوؤں کے مذہب سے سخت متنفر تھے۔ اس کتاب کے دس ابواب ہیں جنکے مضامین اس طرح ہیں۔ وید وغیرہ کے متعلق باوا نانک جی کی رائے۔ جنیو وغیرہ کی رسم کے متعلق باوا صاحب کے ارشادات۔ پرمیشور کے اوتار لینے کے متعلق باوا صاحب کیا فرماتے ہیں۔ اسلام کے متعلق باوا جی کا عقیدہ وغیرہ وغیرہ سکھوں کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کا سکون قلب کے ساتھ مطالعہ کریں اور غور فرمائیں کہ انکے مذہب کا ایک عالم شخص کیا کہہ رہا ہے اور کس عمدگی اور خوبی کے ساتھ اصلیت و حقیقت کو پیش کر رہا ہے۔ ہمارے مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کی پنجاب کے تمام اضلاع میں خصوصیت سے اشاعت کریں اور اپنے سکھ دوستوں تک پہنچائیں

منیجر

اشتہار دینے والے اصحاب کے لیئے

ایک نادر موقعہ

یہ تجویز کی گئی ہے کہ تشحیذ الاذہان ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کا کوئی ایک پرچہ پانچہزار شائع کیا جاوے۔ لہٰذا وہ تمام اصحاب جو اس پرچہ میں اشتہار چھپوانا چاہتے ہیں وہ مجھ سے خط وکتابت کر کے شرح اشتہارات وغیرہ کا فیصلہ کر لیں۔ میں یہ بھی امید کرتا ہوں کہ آئندہ پرچہ کی اشاعت تک انشاء اللہ تعالیٰ یہ بھی بتا دوں گا کہ کس ماہ کا پرچہ پانچہزار شائع ہوگا۔ اشتہار دینے والے اصحاب اس طرف توجہ فرمائیں۔

مینجر

اجرت اشتہارات حسب ذیل ہے

پورا صفحہ	عہ
نصف صفحہ	لعہ ر
چوتھائی صفحہ	صہ ر
فی سطر	عہ ر
تقسیم ضمیمہ کروائی	۸ ر فی سیکڑہ

نوٹ:۔ چونکہ سابقہ عہدیداران فی الحال کل رخصت پر چلے گئے ہیں اسلیئے ہم اپنے ناظرین سے التماس کرتے ہیں کہ وہ ہر قسم کی خط وکتابت و ترسیل زر بغیر کسی عہدہ دار کے نام دینے کے اسکے عہدہ پر بھیجا کریں۔ مینجر

مطبع انوار احمدیہ مشین پریس قادیان میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب چھپا